جہادِ اسلامی

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مُرتّبہ

خلیل احمد حامدی

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳-ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

اِنتساب

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی ذاتِ گرامی سے جو سرکارِ رسالتمآبؐ سے

"سَیِّدُ الشُّھَدَاء"

کے خطاب سے نوازے گئے

فہرست ابواب

انتساب		۳
عرضِ ناشر		۵
مقدمہ		۶
باب ۱	مقاصدِ جہاد	۹
باب ۲	جہاد کے فضائل	۱۵
باب ۳	جہاد فی سبیل اللہ	۳۷
باب ۴	جہاد کی فرضیت	۶۳
باب ۵	ترکِ جہاد کے نقصانات	۷۳
باب ۶	جہاد کی بیعت	۷۹
باب ۷	مالی جہاد	۸۹
باب ۸	لسانی جہاد	۱۰۳
باب ۹	غازی سے تعاون	۱۲۱
باب ۱۰	خواتین کا جہاد	۱۲۷
باب ۱۱	شہادت اور شہید	۱۳۳
باب ۱۲	عسکری استعداد	۱۵۳
باب ۱۳	رباط	۱۶۹
باب ۱۴	اسلامی بحریہ	۱۷۷
باب ۱۵	اسلامی فوج کی خصوصیات	۱۸۵
باب ۱۶	جنگ کا نظام	۲۱۵
باب ۱۷	جنگ کے احکام	۲۳۵
باب ۱۸	صلوٰۃِ خوف	۲۷۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

ہمارے عزیز دوست حافظ خلیل احمد حامدی صاحب کی شخصیت علمی و ادبی حلقوں میں مشہور و معروف ہے۔ ہمارے یہاں سے آپ کی دو تالیفات "اذکارِ مسنونہ" اور "نظام اسلامی مشاہیر کی نظر میں" طبع ہو کر قبول عام حاصل کر چکی ہیں۔ اب ہم آپ کی تیسری تالیف "جہادِ اسلامی" پیش کر رہے ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود یہ کتاب نہایت جامع ہے۔ جہادِ اسلامی سے متعلق جتنے بھی موضوع ہو سکتے تھے تقریباً سب ہی کو اس مختصر کتاب میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ جہاد کے فضائل، اس کے اقسام، اس کے مراحل، سامانِ جہاد کی فراہمی، افواجِ اسلامی کی ترتیب و تربیت اور میدانِ جنگ کے اندر و باہر کے احکام مفصل طور پہ بیان کیے گئے ہیں۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ ہر موضوع پر صرف قرآن و حدیث سے استشہاد کیا گیا ہے جس نے اس کی خوبیوں میں چار چاند لگا دیے ہیں اور اس کی علمی و استنادی حیثیت مسلّم کر دی ہے۔ تمام آیات و احادیث کو رواں اور شگفتہ اُردو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے تاکہ ہر خاص و عام مستفید ہو سکے۔

ہمارے خیال میں اُردو میں اپنی نوعیت اور مواد کے لحاظ سے یہ منفرد کتاب ہے جس سے مسلّح افواج اور عام شہری یکساں طور پر استفادہ کر سکتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے قارئین اس کتاب کو اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لیے ہمارے وسیع لٹریچر میں ایک اہم اور مفید اضافہ پائیں گے۔

لاہور۔ صفر ۱۳۸۶ھ

مطابق۔ جون ۱۹۶۶ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مقدّمہ

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستان و بھارت کے درمیان جو ۱۷ روزہ جنگ ہوئی وہ درحقیقت ملّتِ اسلامیہ پاکستان کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ ثابت ہوئی۔ اس کی بدولت ملّتِ اسلامیہ کو جو صدیوں سے خوابِ غفلت میں مدہوش تھی، پہلی مرتبہ شعورِ ہستی نصیب ہوا، اور وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوئی کہ اُس کی سربلندی کا راز جہاد میں مضمر ہے۔ شہیدوں اور غازیوں کا گرم خون ہی کشت ملّت کو سیراب کرتا ہے اور تلواروں کی جھنکار ہی میں حیاتِ جاوداں ملتی ہے۔ پوری قوم نشۂ جہاد میں سرشار ہو گئی اور ہر پیر و جواں یَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ (مارتے ہیں اور مر جاتے ہیں) کی زندہ تفسیر نظر آنے لگا۔

لیکن اس جذبہ جہاد اور جوش و وارفتگی کے باوجود بہت کم لوگ ایسے تھے جو جہادِ اسلامی کی حقیقی روح اور اس کے فضائل و احکام سے پوری طرح باخبر تھے۔ اور تشنگی کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص جہادِ اسلامی کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنے کے لیے مضطرب تھا۔ اِس موضوع پر بازار میں جو معیاری کتابیں موجود تھیں ان میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی حفظہ اللہ کی کتاب "الجہاد فی الاسلام"، "جہاد فی سبیل اللہ" اور "خطبات حصہ جہاد"

سرِ فہرست ہیں ۔ لیکن بایں ہمہ ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت محسوس کی گئی جس میں موضوعِ جہاد کو صرف آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کی زبان میں ادا کیا جائے ۔ اور ضخامت کے لحاظ سے بھی درمیانہ درجہ کی ہو۔

ابھی میرا یہ احساس اُبھر ہی رہا تھا کہ میرے عزیز اور محترم دوست اخلاق حسین صاحب، ڈائرکٹر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، سے میری اس موضوع پر گفتگو ہوئی، جنھوں نے نہ صرف اس ضرورت کی شدّت سے اتفاق کیا بلکہ بہ اصرار مجھے اس بات پر بھی آمادہ کیا کہ میں ہی اس کتاب کی تالیف کی خدمت انجام دوں ۔ چنانچہ میں نے تعمیلِ ارشاد میں بہ عجلت اس کتاب کو مرتّب کرنا شروع کر دیا ۔ ابھی یہ کتاب ترتیب کے آخری مراحل ہی میں تھی کہ آتش باری بند کرنے کا اعلان ہو گیا اور قوم کا جذبۂ جہاد سرد پڑنا شروع ہو گیا ۔ اِن حالات میں اس بات کی اور بھی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ کتاب جلد از جلد پیش کی جائے ۔ لیکن پے بہ پے کچھ ایسے حالات پیش آتے رہے کہ اس کی تکمیل میں تاخیر ہی ہوتی چلی گئی ۔

ابتدا میں میں نے کتاب کا جو خاکہ تیار کیا تھا وہ تقریباً ۷۰ ۔ ۸۰ صفحات کی ضخامت کے مطابق تھا، لیکن جب میں نے اسکی ترتیب کیلئے آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کا مطالعہ شروع کیا تو نئے نئے موضوعات و مضامین سامنے آتے چلے گئے ۔ اور ہر مضمون پکارنے لگا کہ "جا ایں جا است" ۔ بالآخر میں نے اللہ کا نام لے کر، ضخامت کی پرواہ کیے بغیر، ایک ایسی کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کر لیا جو اپنے دامن میں جہاد کے ہر موضوع کو سمیٹے ہوئے ہو۔ الحمد للہ

اب یہ کتاب ایک ایسی شکل میں پیش کی جا رہی ہے جو اپنے اندر تشنگانِ علم کی سیرابی کا پورا پورا سامان رکھتی ہے، اور قوم کی روحِ جہاد کو تازہ رکھنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔

اس کتاب کی ترتیب میں میں نے جن کتابوں سے مدد لی ہے اُن میں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی معرکۃ الآراء کتاب "الجہاد فی الاسلام" ان کی مشہور تفسیر تفہیم القرآن، امام شوکانی کی نیل الاوطار اور حنفی فقہ کی مشہور کتاب درمختار، مصری عالم عبدالرحمان البناء کی الفتح الربانی، سرِفہرست ہیں۔ یہ کتاب جس نیت سے لکھی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ پاکستان کی مسلمان قوم نے حالیہ جنگ میں جس ولولۂ جہاد و شوقِ فداکاری کا ثبوت دیا ہے وہ نہ صرف زندہ رہے بلکہ اس میں مزید ترقی ہو۔ اور دنیا بھر کی مسلمان اقوام کے اندر ملّتِ پاکستان کے بارے میں جو حسنِ ظن پیدا ہو چکا ہے وہ قائم و دائم رہے۔ اس کتاب نے اگر قوم کے ایک فرد کے اندر بھی حقیقی جذبۂ جہاد پیدا کر دیا تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری یہ کوشش کامیاب ہو گئی۔ وبیدہ التوفیق علیہ توکلت والیہ انیب۔

صفر ۱۳۸۶ھ
مطابق جون ۱۹۶۶ء

خاکسار
خلیل احمد حامدی

باب ۱

مقاصد جہاد

- خدا پرستی کا فروغ
- مظلوم و مقہور کی دستگیری
- جارحیت کا جواب
- فتنہ اور استعمار کی بیخ کنی
- اہلِ ایمان کی پرکھ
- اہلِ ایمان کے دل کی ٹھنڈک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

خدا پرستی کا فروغ

۱۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۨ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ؕ (الحج: ۳۹-۴۰)

ترجمہ: اجازت دے دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے۔ کیوں کہ وہ مظلوم ہیں، اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے، تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں۔

مظلوم و مقہور کی دستگیری

۲۔ وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ (النساء: ۷۵)

ترجمہ: آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں، اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔

کسی مسلمان کے لیے قانوناً یا اخلاقاً جائز نہیں ہے کہ دنیا کے کسی خطہ کے اندر مسلمان ستائے جا رہے ہوں۔ مسلمان عورتوں کی جان و آبرو سے کھیلا جا رہا ہو۔ معصوم بچوں کو نشانۂ عذاب بنایا جا رہا ہو۔ کمزور اور بے بس افراد ظلم کی چکی میں پس رہے ہوں۔ درندگی اور بہیمیت کا دَور دَورہ ہو۔ نہ کسی خدا پرست کی جان محفوظ ہو اور نہ خانۂ خدا کا احترام باقی رہا ہو۔ انسانیت کے وہ تمام حقوق پامال کیے جا رہے ہوں جو دنیا کا ہر مذہب و ملّت انسانوں کو دیتا ہے۔ عورتوں کی آبرو، معصوموں کی بوٹیاں، بستیوں کا دھواں اور مسجدوں کی بربادی پکار پکار کر مسلمانوں سے امداد طلب کر رہی ہو ــــ ایسی حالت میں مسلمانوں کو مظلومین کی حمایت و آزادی کے لیے اُٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ ورنہ وہ خدا تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہوں گے۔

جارحیت کا جواب

۳۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج (البقرہ : ۱۹۰-۱۹۱)

ترجمہ : اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو، کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا اُن سے مقابلہ پیش آئے۔ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ اس لیے کہ قتل اگرچہ بُرا ہے، مگر فتنہ اس سے بھی بُرا ہے۔

فتنہ اور استعمار کی بیخ کنی

۴۔ وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝ (البقرہ: ۱۹۳)

ترجمہ : تم اُن سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔

اہلِ ایمان کی پرکھ

۵۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا مِنْکُمْ وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (آل عمران : ۱۴۲)

ترجمہ: کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔

۶۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ط وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (التوبہ: ۱۶)

ترجمہ: کیا تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ یُونہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اس کی راہ میں) جانفشانی کی اور اللہ اور رسول اور مومنین کے سوا کسی کو دلی دوست نہ بنایا۔

اہلِ ایمان کے دل کی ٹھنڈک

۷۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ط وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

(التوبہ: ۱۵)

ترجمہ: کفار و مشرکین سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو سزا دلوائے گا اور انہیں ذلیل و خوار کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے دلوں کی

جلن کو مٹا دے گا اور جسے چاہے گا توبہ کی توفیق بھی دے گا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے۔

باب ۲

جہاد کے فضائل

- جہاد کا اجرِ عظیم
- اللہ کی ضمانت
- جہاد تمام عبادتوں سے افضل ہے
- جامع اور غیر منقطع عبادت
- راہِ جہاد کا ہر فعل نیکی ہے
- غبارِ راہِ جہاد
- کامیاب تجارت
- جہاد اور محبتِ رسول ﷺ
- کفّارۂ گناہ
- جنّت تلواروں کے سایہ تلے ہے
- ترقّیِ درجات
- اللہ کا محبوب ترین عمل
- چند لمحات کی فضیلت
- مومنِ کامل
- وعدۂ جنّت
- پہرہ دار آنکھ
- اُمّتِ محمدیؐ کی رہبانیت

جہاد کا اجرِ عظیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۸۔ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (النساء: ۷۴)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اُسے ضرور ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے۔

۹۔ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء: ۹۵-۹۶)

ترجمہ: مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو کسی عذر کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں، دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے۔ اللہ نے بیٹھنے والوں کی بہ نسبت جان

مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے۔ اگرچہ ہر ایک کے لیے اللہ نے
بھلائی کا ہی وعدہ فرمایا ہے۔ مگر اُس کے ہاں مجاہدوں کی خدمات کا معاوضہ بیٹھنے
والوں سے بہت زیادہ ہے۔اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور
مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

یہاں اُن بیٹھنے والوں کا ذکر نہیں ہے جن کو جہاد پہ جانے کا حکم دیا
جائے اور وہ بہانے کر کے بیٹھ رہیں، یا نفیر عام ہو اور جہاد فرض عین ہو جائے
پھر بھی وہ جنگ پر جانے سے جی چرائیں۔ بلکہ یہاں ذکر اُن بیٹھنے والوں کا
ہے جو جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورت میں میدان جنگ کی طرف جانے
کے بجائے دوسرے کاموں میں لگے رہیں۔ پہلی دو صورتوں میں جہاد کیلئے
بلا حقیقی معذوری کے نہ نکلنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے۔ جہاد فرض کفایہ
ہو تو اس صورت میں امام کی اپیل پر جو سرباز لبیک کہیں گے وہ افضل
ہیں بہ نسبت ان کے جو دوسرے کاموں میں لگے رہے۔ اور ان کے لیے
اللہ کے ہاں وہ انعامات ہیں جن کا ذکر آیت میں کیا گیا ہے۔

جہاد تمام عبادتوں سے افضل ہے

۱۰۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوٗنَ
عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ اَلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ لا اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ٥

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا
نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ
عَظِيْمٌ ○ (التوبہ : ۱۹-۲۰-۲۱-۲۲)

ترجمہ : کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام کی مجاوری کرنے کو اس شخص کے کام کے برابر ٹھیرا لیا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور روزِ آخر پر اور جس نے جانفشانی کی اللہ کی راہ میں؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہوتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا، وہی کامیاب ہیں۔ ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یقیناً اللہ کے پاس خدمات کا صلہ دینے کو بہت کچھ ہے۔

یعنی کسی بڑے سے بڑے مقدس مقام کی مجاوری اور چند مذہبی اعمال کی نمائش خدا کے نزدیک اصل قدر و منزلت نہیں رکھتی۔ اصل قدر و منزلت ایمان اور راہِ خدا میں قربانی دینے اور جانفشانی کرنے کی ہے۔

راہِ جہاد کا ہر فعل نیکی ہے

۱۱۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ
مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ٥ (التوبۃ : ۱۲۰)

ترجمہ: ایسا کبھی نہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں بھوک، پیاس اور جسمانی مشقت کی کوئی تکلیف وہ جھیلیں اور کفار کو جو راہ ناگوار ہے اُس پہ وہ کوئی قدم اُٹھائیں، اور کسی دشمن سے (عداوت حق کا) کوئی انتقام وہ لیں اور اس کے بدلے ان کے حق میں ایک عمل صالح نہ لکھا جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ محسنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

غزوہ تبوک میں جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے اُن کو یہ بتایا گیا کہ جہاد کا اعلانِ عام صادر ہو جانے کے بعد ان کے لیے حیلوں بہانوں سے گھروں میں بیٹھ رہنا مناسب نہ تھا۔ ان کا یہ فعل صرف حکم عدولی ہی نہ تھا، بلکہ لاتعداد فضائل و حسنات سے محرومی کا باعث بھی تھا۔ جو لوگ جہاد کے لیے نکلے، ان کو بلاشبہ قدم قدم پہ تکالیف اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا مگر ان کی ہر تکلیف، ہر اقدام اور ہر جذبۂ مردانگی عمل صالح محسوب ہوتا رہا اور وہ اللہ کے ہاں محسنین کی صف میں شمار ہوئے۔

کامیاب تجارت

۱۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ٥ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ٥ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ

عَذَابٍ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (الصف: ۱۰-۱۱-۱۲)

ترجمہ : اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچا لے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے والے باغوں میں ہوں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں جس کامیاب تجارت کا ذکر ہے وہ دو اجزاء پر مشتمل ہے — ایک ایمان اللہ اور اس کے رسولؐ پر، اور دوسرا مالی اور جانی جہاد۔ اسی تجارت کو سورۂ توبہ میں بیع فرمایا گیا ہے۔ یعنی اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ نے جنّت کے عوض ان کی جان و مال خرید لیے ہیں۔ اسی طرح اس آیت میں جانی اور مالی جہاد کو جن وسیع اور جامع الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے، آیۂ توبہ میں اُس کی عملی شکل بتائی گئی ہے۔ یعنی اہلِ ایمان اللہ کی راہ میں علمبردارانِ کفر کو مارتے بھی ہیں اور خود بھی جان نچھاور کر دیتے ہیں۔ اس آیت میں جزا کی تفصیل ارشاد فرمائی گئی ہے اور بیع کی آیت میں اسی مفہوم کو "برحق وعدۂ الٰہی" سے ادا کیا گیا ہے۔

کفّارۂ گناہ

۱۳- فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ٥ (آل عمران : ۱۹۵)

ترجمہ : جو لوگ میری خاطر اپنے وطن کو چھوڑ گئے اور گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے میں ان کے گناہ دور کردوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ خدا کے ہاں سے بدلہ ہے اور خدا کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔

ترقی درجات

۱۴۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ رَضِیَ بِاللّٰهِ رَبًّا ، وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا ، وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ۔ فَعَجِبْتُ لَهَا ۔ فَقُلْتُ : اَعِدْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعَادَهَا ۔ ثُمَّ قَالَ ، وَاُخْرٰی یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ ، مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۔ قُلْتُ : وَمَا هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ ، اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ، اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔ (مسلم ۔ نسائی)

ترجمہ : حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو اللہ کو رب ماننے پر ، اسلام کو دین اور محمدؐ کو رسول ماننے پر راضی ہوگیا ، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی ۔ میں یہ سن کر متعجب ہوا ۔ عرض کیا ، یا رسول اللہ ! ان کلمات کا اعادہ فرمائیں ۔

آپؐ نے ان کا اعادہ فرمایا اور پھر ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ایک اور کام ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ ایک بندے کو جنت کے اندر سو درجے زیادہ بلندی عطا فرمائے گا۔ ایک درجے سے دوسرے درجے تک کا فاصلہ اتنا ہوگا جتنا آسمان و زمین کا۔ عرض کیا، وہ کونسا کام ہے یا رسول اللہؐ، ارشاد ہوا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (تین مرتبہ آپؐ نے اس کا اعادہ فرمایا)۔

۱۵۔ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ۔ (ترمذی۔ نسائی)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اللہ کی راہ میں ایک دن سرحدی چوکیوں پر پہرہ دینا دوسرے مقامات پر ہزار دنوں کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔

چند لمحات کی فضیلت

۱۶۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

وعدۂ جنّت

١٧۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْيَا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس شخص نے اللہ کی راہ میں اتنا عرصہ تک بھی قتال کیا جتنا ایک اونٹنی کے دودھ دوہنے پر لگتا ہے، اس کے لیے جنّت واجب ہوگئی، بشرطیکہ یہ قتال اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی نیّت سے کیا ہو۔

اللہ کی ضمانت

١٨۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : تَضَمَّنَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا جِهَادٌ فِیْ سَبِيْلِیْ وَ اِيْمَانٌ بِیْ وَ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِیْ فَهُوَ عَلَیَّ ضَامِنٌ اَنْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ اَرْجِعَهُ اِلٰی مَسْكَنِهِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْهُ نَائِلًا مَّا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ۔ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ كُلِمَ، لَوْنُهٗ لَوْنُ دَمٍ وَ رِيْحُهٗ رِيْحُ مِسْكٍ ۔ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلَی الْمُسْلِمِيْنَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ اَبَدًا ۔ وَلٰكِنْ لَا اَجِدُ سَعَةً فَاَحْمِلَهُمْ

وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً فَيَتْبَعُوْنِي، وَ يَشُقُّ عَلَيْهِمْ اَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّي.
وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنِّيْ اَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلُ، ثُمَّ اَغْزُوْ فَاُقْتَلُ، ثُمَّ اَغْزُوْ فَاُقْتَلُ۔ (بخاری۔ مسلم ابوداؤد۔ نسائی)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ جو شخص میری راہ میں اس طرح نکلا کہ درحقیقت میری راہ میں جہاد کا جذبہ، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اُسے نکلنے پر مجبور کیا، تو میری ذمہ داری ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا جہاں سے وہ نکلا ہے اُس مسکن تک اسے اس طرح واپس کروں کہ وہ اجر یا غنیمت سے مالا مال ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے، اللہ کی راہ میں جو زخم بھی آئے گا تو قیامت کے روز وہ اسی ہیئت میں خدا کے سامنے حاضر ہوگا جس روز اسے زخم پہنچا تھا، اُس زخم کا رنگ تو خون کا ہوگا مگر اُس کی خوشبو کستوری کی ہوگی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، اگر میری امت کے لیے شاق نہ ہوتا تو میں اللہ کی راہ میں لڑنے والی کسی فوجی مہم سے پیچھے ہٹ کر نہ بیٹھ رہتا۔ لیکن نہ تو مجھے وسعت حاصل ہے کہ میں سب مسلمانوں کو سامانِ جنگ مہیا کر کے دوں، اور نہ اُن کو اس قدر فراخی حاصل ہے کہ وہ ہر حال میں میرے پیچھے نکلتے رہیں۔ مگر ان کو یہ بھی ناگوار ہے کہ میں نکلوں اور وہ پیچھے بیٹھے رہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ اختیار میں محمدؐ کی جان ہے، میری خواہش تو

یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں، پھر لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں اور مارا جاؤں۔

یعنی خواہش کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر بار نئی زندگی ملتی جائے، اور اسے اللہ کی راہ میں نچھاور کرتا جاؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی مجبوریوں کو پیشِ نظر رکھ کر خواہش کے علی الرغم ہر غزوہ میں شرکت نہ کی۔ ورنہ یہ عمل اپنی فضیلت و تقرب کے لحاظ سے اس درجے کا ہے کہ کسی خدا پرست انسان کے لیے اس کا موقع ہاتھ سے گنوانا، ناقابلِ برداشت ہے۔

جامع اور غیر منقطع عبادت

۱۹۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا یَعْدِلُ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا تَسْتَطِیْعُوْنَهٗ فَاَعَادُوْا عَلَیْهِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ یَقُوْلُ لَا تَسْتَطِیْعُوْنَهٗ۔ ثُمَّ قَالَ: مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِاٰیَاتِ اللّٰهِ لَا یَفْتُرُ مِنْ صِیَامٍ وَّلَا صَلٰوةٍ حَتّٰی یَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا ایسا عمل ہے جو راہ خدا میں جہاد کے ہم پلہ ہو؟ جنابؐ نے فرمایا: اس عمل کی تمہارے اندر استطاعت نہیں ہے۔ دریافت کرنے والوں نے سوال کا اعادہ کیا، دو بار یا تین بار،

ہر مرتبہ جناب یہی فرماتے رہے کہ اس عمل کی تمہارے اندر استطاعت نہیں ہے
پھر آپ نے فرمایا: مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص برابر روزے رکھ رہا ہو، برابر نماز پڑھ رہا ہو، برابر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کر رہا ہو اپنے روزوں اور اپنی نمازوں میں کوئی توقف نہ کر رہا ہو، یہاں تک کہ مجاہد گھر لوٹ آئے۔

یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ ماہ یا دو ماہ کی مدت اس انداز سے گزارے کہ وہ بلا توقف روزے، نماز اور تلاوتِ قرآن کی حالت میں رہے۔ یہ عمل انسانی ہمت سے بالا ہے۔ مگر جہاد پر نکلنے والا شخص جب تک راہِ جہاد میں ہے اللہ کے نزدیک ایسا ہی شخص متصور ہوگا اور اسی اجر کا مستحق ہوگا جو اس شخص کے لیے اللہ کے ہاں ہو سکتا تھا۔

غبارِ راہِ جہاد

۲۰۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَ قَاتِلُهٗ فِی النَّارِ اَبَدًا، وَلَا یَجْتَمِعُ فِیْ جَوْفِ عَبْدٍ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ فَیْحُ جَهَنَّمَ۔ (مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر اور اس کا قاتل دوزخ میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ایک بندے کے اندر راہِ خدا کا غبار اور جہنم کے شرارے جمع

نہیں ہو سکتے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جو کفر و طاغوت کو سر بلند کرنے کے لیے لڑا اور دوسرا وہ جو کفر و طاغوت کی بیخ کنی کے لیے لڑا، دونوں انجام کے لحاظ سے برابر ہوں۔ ایک کے لیے ابدی عذاب ہے اور دوسرے کے لیے دائمی نعمتیں۔ جس مبارک سینے کے اندر راہ خدا کا غبار داخل ہو گیا اس میں دوزخ کی تپش داخل نہیں ہو سکتی ہے الّا یہ کہ مجاہد فی سبیل اللہ بعد میں خود اپنی اس عظیم فضیلت کو ارتکاب کبائر سے اکارت کر بیٹھے۔ اس لیے ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: ثم سدّد بعدہ (یعنی غازی اور مجاہد کا مرتبہ پانے کے بعد زندگی کو راست روی اور نیکوکاری پر استوار رکھا جائے۔)

جہاد اور صحبتِ رسول ﷺ

۲۱۔ عَنْ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ اَصْحَابَهُ بِالْغَزْوِ وَاَنَّ رَجُلًا تَخَلَّفَ وَقَالَ لِاَهْلِهِ اَتَخَلَّفُ حَتّٰى اُصَلِّيَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ ثُمَّ اُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَاُوَدِّعُهُ فَيَدْعُوْلِيْ بِدَعْوَةٍ تَكُوْنُ شَافِعَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ فَلَمَّا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ الرَّجُلُ مُسَلِّمًا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتَدْرِيْ بِكَمْ سَبَقَكَ اَصْحَابُكَ؟ قَالَ، نَعَمْ،

سَبَقُوْنِيْ بِغَدْوَتِهِمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَقَدْ سَبَقُوْكَ بِاَبْعَدَ مَابَيْنَ الْمَشْرِقَيْنِ وَالْمَغْرِبَيْنِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت سہل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایک غزوہ کے لیے نکلنے کا حکم دیا۔ مگر ایک صحابی اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے گھر والوں سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھ کر اور جناب کو الوداعی سلام کر کے جاؤں گا۔ تاکہ جناب میرے حق میں دعائے خیر فرما دیں۔ جو قیامت کے روز میرے لیے باعث شفاعت بن جائے۔ چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھا چکے تو یہ صحابی آپؐ کے روبرو ہوئے اور سلام عرض کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: "کیا جانتے ہو تمہارے ساتھی کتنا آگے نکل چکے ہیں؟" اس نے عرض کیا: جی ہاں، ایک صبح وہ مجھ سے آگے ہیں۔ اِس پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے وہ تجھ سے مشرق و مغرب کے مابین فاصلے سے بھی زیادہ دور نکل چکے ہیں۔

رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک میں چند لمحے گزارنا، آپؐ کی امامت میں نماز ادا کرنا اور آپؐ کی خدمت عالیہ میں سلام شوق پیش کرنا، بلاشبہ سعادت کا لامتناہی خزانہ ہے۔ مگر آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موجب ہی جہاد کے لیے نکلنا ان سب

کاموں پر اس قدر فائق ہے کہ دونوں کے اجر و فضل میں زمین و آسمان کے فرق سے بھی زیادہ فرق واقع ہو جاتا ہے۔

جنّت تلواروں کے سایہ تلے ہے

۲۲۔ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ" فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ۔ فَقَالَ: يَا أَبَا مُوسَى آأَنْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَرَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ، ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَأَلْقَاهُ، ثُمَّ مَشَى بِسَيْفِهِ إِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهِ حَتَّى قُتِلَ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میرے باپ (ابو موسیٰ اشعری) نے دشمن سے مڈبھیڑ کے دوران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا کہ "جنّت کے دروازے تلواروں کے سایہ تلے ہیں" یہ سن کر ایک شخص، جو پراگندہ حال تھا، اٹھ کر کہنے لگا: "اے ابو موسیٰ! کیا تو نے فی الواقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ ارشاد سنا ہے؟" ابو موسیٰ نے کہا: بے شک، اسکے بعد وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا اور ان سے کہنے لگا: لو ساتھیو! السلام علیکم، یہ کہا اور اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی، اور دشمن کی

صفوں میں گھس گیا۔ اور خوب ضرب و حرب کی داد دی۔ یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گیا۔

"جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے" یہ ٹکڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث سے ماخوذ ہے۔ آنجناب نے ایک غزوہ کے موقع پر، جو غزوۂ احزاب کے بعد پیش آیا تھا، فوجوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی خواہش نہ کرنی چاہیے۔ لیکن اگر مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدمی دکھانی چاہیے۔ اور جان رکھو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔ قرطبی لکھتے ہیں: "یہ چھوٹا سا فقرہ بلاغت و ایجاز و معانی کا سمندر ہے۔ جہاں یہ جہاد کا جذبہ پیدا کرتا ہے وہاں جہاد کے اجر سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ اس میں شمشیر زنی اور دشمن سے ٹکرانے کی ترغیب ہے۔ یعنی دشمن سے اس قدر قریب ہو جانا کہ تلوار تلوار سے مل جائے اور مجاہد کے لیے سایہ بن جائے۔" ابن جوزی کہتے ہیں: "اس ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت جہاد سے ملے گی۔"

اللہ کا محبوب ترین عمل

۲۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی؟ قَالَ: اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِہَا۔ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَیْنِ۔ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: اَلْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

(بخاری۔ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ ارشاد فرمایا: "وقت پر نماز پڑھنا" میں نے عرض کیا: اس کے بعد کونسا عمل؟ فرمایا "والدین سے حسن سلوک" عرض کیا: اس کے بعد کونسا عمل؟ زبان رسالت سے ارشاد ہوا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا"

انسانی سوسائٹی کی اصلاح کا فطری طریقہ یہ ہے کہ پہلے فرد کی اصلاح وتزکیہ ہو، اس کے بعد گھریلو نظام کو استوار کیا جائے جسے سوسائٹی کی اکائی کی حیثیت حاصل ہے۔ تیسرے درجے پر انسانی معاشرے کو مجموعی طور پر فساد سے پاک کیا جائے۔ اسلام کے طریق تزکیہ میں فرد کی اصلاح کا ذریعہ نماز ہے، جسے پابندیٔ وقت کے ساتھ ادا کیا جانا چاہیے! اسی طرح گھریلو نظام کی صحت وسلامتی اور استواری والدین کی اطاعت پر مبنی ہے۔ اور فسادِ عالم کا قلع قمع جہاد کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے، جو فقہاءِ صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور جو زندگی بھر دعوت واصلاح اور تعلیم وتزکیہ کی مسند پر متمکن رہے۔ جب آنجنابؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا محبوب ترین عمل دریافت کیا تو آپ نے اس فقیہ وداعی صحابی کو اللہ کے محبوب ترین عمل فطری ترتیب کے ساتھ بتا دیئے۔

۲۴۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِیْ

سَبِيْلِهٖ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کونسا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

اس حدیث میں ایمان باللہ کا لفظ محض عقائد پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اقامت صلوٰۃ اور اطاعت والدین بھی اس میں شامل ہیں پچھلی حدیث میں نماز اور اطاعت والدین کے ضمن میں جس غرض کو بیان کرنا مقصود تھا اسی چیز کو اِس حدیث میں ایمان باللہ کے اجمالی ذکر میں سمو دیا ایمان باللہ کے جو تقاضے ہیں اُن میں سرفہرست نماز ہے اور پھر اطاعت والدین۔ مگر اسلام کا جزو اعظم بلکہ ستون جہاد ہے۔ اس لیے اسلام کا افضل ترین عمل جہاد کو قرار دیا۔

مومن کامل

۲۵۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔ قَالَ: الْمُؤْمِنُوْنَ فِی الدُّنْیَا عَلٰی ثَلٰثَۃِ اَجْزَاءٍ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَالَّذِیْ یَاْمَنُہُ النَّاسُ عَلٰی اَمْوَالِہِمْ وَ اَنْفُسِہِمْ، ثُمَّ الَّذِیْ اِذَا اَشْرَفَ عَلٰی طَمَعٍ تَرَکَہٗ لِلّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ۔ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دنیا میں اہل ایمان تین قسموں میں بٹے ہوئے ہیں - پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور کسی شک وریب میں مبتلا نہ ہوئے اور انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا - دوسری قسم میں وہ مومن شامل ہے جس سے لوگوں کے مال اور جانیں امن میں ہیں - اور تیسری قسم کا وہ مومن ہے جب اُسے طمع پورا کرنے کا موقع ملا تو اُس نے اللہ کی خوشنودی کی خاطر اُس سے ہاتھ اٹھا لیا۔

ایمان کا مرتبۂ کامل یہ ہے کہ اہل ایمان دنیا کے اندر سے فساد ، ظلم، ناانصافی کا خاتمہ کریں اور اس کی جگہ امن اور عدل ومساوات کی فرمانروائی قائم کریں - یہ مقصد صرف جہاد سے حاصل ہو سکتا ہے - دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ خود مومن کا وجود بجائے خود سرچشمۂ امن ہو، اس کے ہاتھ سے کسی دوسرے کے جان ومال کو کوئی خدشہ لاحق نہ ہو - اور تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کے اپنے افکار وجذبات کی دنیا اور عزم وارادہ کے ماخذ فساد سے پاک ہوں - اور کسی بھی غلط بات کے لیے اس کے اندر پنپنے کی گنجائش نہ ہو - اسی خوبی کو اس طرح واضح کیا گیا کہ اگر اُسے اپنی حرص وآز کو بروئے کار لانے کا موقع مل رہا ہو تو اس کا عزم اس قدر مضبوط اور پاکیزہ ہو کہ وہ قدرت کے باوجود اس سے دستبردار ہو جائے -

۲۶- عَنْ اَبِیْ عَبْسٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ : مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَمَسَّہُ النَّارُ - (بخاری)

ترجمہ : حضرت ابو عبس عبدالرحمٰن بن جبیرؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس بندے کے دونوں پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اُسے دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی۔

پہرہ دار آنکھ

۲۷۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ ، عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ ، عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ عَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (ترمذی)

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا : دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی ۔ ایک وہ جو خدا کے خوف سے اشکبار ہوئی ، اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتی رہی ۔

اُمّتِ محمدیؐ کی رہبانیّت

۲۸۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرَّ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ عَذْبَةٌ قَالَ فَاَعْجَبَتْهُ يَعْنِيْ طِيْبَ الشِّعْبِ ، فَقَالَ لَوْ اَقَمْتُ هٰهُنَا وَ خَلَوْتُ ، ثُمَّ قَالَ لَا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ : مَقَامُ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ اَحَدِكُمْ فِيْ اَهْلِهٖ

سِتِّيْنَ سَنَةً ، أَمَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَتَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ؟ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ۔ (مسند احمد۔ ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کا گزر ایک وادی میں واقع پانی کے میٹھے چشمہ پر سے ہوا۔ وادی کی خوشگوار فضا انہیں بڑی پسند آئی۔ کہنے لگے، اچھا ہو اگر میں یہیں اُتر جاؤں اور خلوت نشین ہو جاؤں۔ پھر خود ہی کہا۔ نہیں، پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لوں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت طلب کرنے لگے۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کا اللہ کی راہ میں اُٹھ کھڑا ہونا اُس کے اپنے اہل و عیال میں بیٹھ کر ستر سال عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ کیا تم کو پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ؟ پس اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جو شخص اونٹنی کا دودھ دوہنے کی مدت کے برابر بھی اللہ کی راہ میں لڑے گا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سفر سے واپس آرہے تھے۔ راستے میں ان کا گزر ایک وادی سے ہوا، جو چشمۂ شیریں کی بدولت سرسبز و شاداب تھی۔ ایک صحابی نے یہ خیال کیا کہ دنیاوی علائق سے فارغ ہو کر اس گوشۂ تنہائی میں عبادت و ریاضت کے لیے بیٹھ رہنا چاہیے۔ دینِ مسیح کے علماء نے تقرب الٰہی کے جس ذریعہ

کا تصور لوگوں کے دلوں میں قائم کر رکھا تھا اُس کی صورت یہی تھی کہ دُنیا سے ہر قسم کا تعلق منقطع کر لیا جائے اور گوشۂ خلوت میں بیٹھ کر ریاضتیں کی جائیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابی نے اس خواہش کا اظہار کیا تو آپؐ نے زہد و تقرب کے اس پیمانے کو ہی بدل دیا جس سے کمال و فضیلت کو ناپا جا رہا تھا۔ فرمایا: گوشۂ عافیت کی چالیس سالہ عبادت سے وہ یک ساعت بہتر ہے جو جہاد کے ہنگاموں میں گزر جائے۔ اور پھر جہاد کو محض ذریعۂ کسب فضیلت ہی نہیں بتایا، بلکہ اُسے وہ بنیادی ضرورت بتایا ہے جس کے پورا نہ ہونے کی صورت میں خود مغفرتِ الٰہی اور دخولِ جنّت سے محرومی ہو سکتی ہے۔ ایک اور حدیث میں آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے لیے رہبانیت کی ایک شکل تھی۔ اُمّتِ محمدیؐ کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

باب ۳

جہاد فی سبیل اللہ

- اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر
- اجر و شہرت کی طلب سے پاک
- جہاد کی اوّلین شرط : اسلام
- نفاق کا جہاد غیر مقبول ہے
- دنیوی فائدوں سے اجتناب
- والدین کی اجازت
- قرض سے نجات
- کرائے کے جہاد کی حقیقت
- اپنے خرچ پر جہاد کروانا
- جہاد کے بعد نیکوکاری کی روش

اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر

۲۹- وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط (الحج : ۷۸)

ترجمہ : اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

جہاد ہر لحاظ سے مکمل، خالص اور جامع ہونا چاہیے۔ جو طاقت بھی اللہ کی بندگی میں مزاحم ہو اُسے شکست دینی چاہیے۔ خواہ وہ اپنے نفس کی طاقت ہو یا کوئی خارجی طاقت۔ آدمی خود بھی اللہ کی خالص اور ٹھیک ٹھیک بندگی کرے اور دنیا میں بھی اس کا کلمہ بلند اور کفر و الحاد کے کلمے کو پست کر دینے کے لیے جان لڑا دے۔

۳۰- اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ (النساء : ۷۶)

ترجمہ : جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑو، اور یقین جانو کہ شیطان کی چالیں نہایت کمزور ہیں۔

اہل ایمان کا جہاد و قتال صرف اللہ کے دین کی خاطر ہوتا ہے۔ ان کا جہاد اُن تمام اوصاف و کمالات کا آئینہ دار ہوگا جو اخلاص اور للّٰہیت کا تقاضا ہیں۔ وہ راہ جہاد میں قدم قدم پر اس امر کا ثبوت فراہم کرتے جائیں گے کہ ان کو کسی دنیاوی متاع یا ناموری کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خارجی شیطان کو مارنے سے پہلے اپنے داخلی شیطان کی سرکوبی کریں گے۔ اسلامی احکام کی پابندی، آداب جہاد کی رعایت، رُفقائے جہاد کی خدمت، اور جہاد خالص کے تقاضے پورے کرنے میں اُن سے کوتاہی نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس جو لوگ طاغوت کے راستہ میں لڑتے ہیں، اُن کی نیت و ارادہ سے لے کر ہر جہد و کوشش تک پر طاغوت کی محبت اور طاغوت کا رنگ غالب ہوگا۔

۳۱۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْغَزْوُ غَزْوَانِ، فَأَمَّا مَنِ ابْتَغٰى وَجْهَ اللّٰهِ وَ أَطَاعَ الْإِمَامَ وَ أَنْفَقَ الْكَرِيْمَةَ وَ يَاسَرَ الشَّرِيْكَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَإِنَّ نَوْمَهُ وَ نُبْهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ. وَ أَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَ رِيَاءً وَ سُمْعَةً وَ عَصَى الْإِمَامَ وَأَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ فَإِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ۔ (مالک۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ احمد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑائیاں دو قسم کی ہیں۔ جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لڑائی کی، اور اس میں امام کی اطاعت کی اور اپنا بہترین

مال خرچ کیا، اور ساتھی کے لیے سہولت پیدا کی، اور فساد سے اجتناب کیا تو اس کا سونا، جاگنا سب اجر کا مستحق ہے۔ اور جس نے شیخی بگھارنے، اور دنیا کے دکھاوے اور شہرت کے لیے جنگ کی، اور اس میں امام کی نافرمانی کی، اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ پھر ثواب لے کر نہ لوٹا۔ (بلکہ الٹا عذاب کا مستحق ہوا)۔

مسلمان مجاہد کو اپنا جہاد خالص اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل سے شہرت و ناموری کی طلب، عزت و ترقی کی خواہش، مال و دولت اور حصول غنائم کی طمع، تمغوں کا لالچ، شخصی اور قومی عداوت کا انتقام، شجاعت و مردانگی کی لاف زنی، اور تخریبی جذبے کو نکال دے۔ اُس کے دل میں خدا کی خوشنودی کے بجائے اور کوئی ارادہ کارفرما نہ ہو۔ امیر کی اطاعت اور اسلامی احکام کی پابندی میں غفلت نہ کرے، اپنی محبوب ترین شے کو اسلام کی راہ میں خرچ کر دینے کا جذبہ ہو، اپنے ہر قول و فعل اور تمام حرکات و سکنات میں مجاہد کی شان پیدا کرے۔ کسی کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے۔ ساتھیوں کے لیے باعث رحمت و موجب سہولت ہو اور اپنے جذبۂ فداکاری کو دوسروں کے لیے نمونہ بنائے۔ فتوحات کی صورت میں یہ ثابت کر دے کہ وہ تخریب پسند اور فساد پرست اور طالع آزما گروہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ وہ ان فاتحین میں سے نہیں ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے ان الفاظ میں کیا ہے: إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً (بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہو جاتے ہیں تو فساد برپا کر دیتے ہیں، اُس بستی کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل کر

دیتے ہیں)۔ بلکہ اُس کی شان ان فاتحین کی ہو جس کی مدح سرائی میں قرآن مجید نے فرمایا ہے: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ملک کے اندر ہم ان کے پاؤں جما دیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

۴۲۔ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، اَيُّ ذٰلِكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد، دارقطنی)۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص بہادری کے لیے لڑتا ہے، یا حمیت قومی کے لیے لڑتا ہے، یا دکھاوے کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے کونسی جنگ راہ خدا میں ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: راہِ خدا کی جنگ تو صرف اس شخص کی ہے جو محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے لڑے۔

یہ اوپر کی حدیث کی تشریح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی اور غیر اسلامی جنگ کا بنیادی فرق واضح فرمایا ہے۔ اسلامی جنگ کا لبّ لباب یہ ہے کہ وہ اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اور صرف ملکوں کی فتح ہی مدِ نظر نہیں ہوتی بلکہ ان اصول و ضوابط اور آداب و اخلاق کا غلبہ بھی پیش

نظر ہوتا ہے جو جنگ و صلح کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ ریاکاری، اظہار شجاعت اور حمیت قومی کی خاطر جنگ دنیا میں جب بھی لڑی گئی ہے وہ دنیا کے اندر فساد و ظلم اور کشت و خون کا پیغام لے کر آئی ہے۔ اس لیے اسلام نے ہر اس جذبہ کو مقاصدِ جنگ سے نکال دیا ہے جو "جنگ برائے جنگ" یا "جنگ برائے ملک گیری" پر مبنی ہو۔ اس کے بجائے اسلام نے "جنگ برائے امن" اور "جنگ برائے اعلائے کلمۃ اللہ" کا ضابطہ قائم کیا ہے۔ اس ضابطے نے جنگ کو کشت و خون کا ذریعہ نہیں بلکہ کشت و خون کے انسداد کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

اجر و شہرت کی طلب سے پاک

۳۳۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہٗ اَرَاَیْتَ رَجُلًا غَزَا یَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالذِّکْرَ مَا لَہٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا شَیْءَ لَہٗ۔ فَاَعَادَھَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ یَقُوْلُ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا شَیْءَ لَہٗ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا کَانَ لَہٗ خَالِصًا، وَابْتُغِیَ بِہٖ وَجْھُہٗ۔

(احمد۔ نسائی)

ترجمہ: ابو امامہ بیان کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا: اگر ایک شخص مال اور ناموری کے لیے لڑے تو اسے کیا اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اس آدمی نے تین مرتبہ اپنا سوال دُہرایا اور ہر مرتبہ حضورؐ یہی فرماتے رہے کہ اُسے کچھ اجر نہیں ملے گا۔ اس آدمی نے تین مرتبہ اپنا سوال دُہرایا اور ہر مرتبہ حضورؐ یہی فرماتے رہے کہ اُسے کچھ اجر نہیں ملے گا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا: اللہ کے ہاں صرف وہی عمل قبول ہوتا ہے جو خالص اسی کے لیے ہو اور اُسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا گیا ہو۔

زمانۂ جاہلیت میں جو جنگیں لڑی جاتی رہی ہیں وہ زیادہ تر دو مقاصد کے لیے ہوتی تھیں: اوّلاً، دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے خواہ وہ مال و دولت کی شکل میں ہوں یا شہروں اور بستیوں پر قبضہ کی شکل میں، یا انسانوں کو غلام و زیرِ نگیں بنانے کی شکل میں۔

ثانیاً، دنیا کے اندر نام پیدا کرنے کے لیے۔ خدائے خدائیگاں کہلانے کے لیے، جہانگیر و رستم و سہراب کا لقب پانے کے لیے۔ فاتح اعظم و فرمانروائے شرق و غرب کے خطابات تاریخ پر ثبت کرنے کے لیے۔

اس لیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ واضح فرمایا کہ دنیاوی فائدے اور نام و نمود کی خاطر جنگ لڑنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ تو سائل کو یکسر بدلا ہوا یہ تصورِ جنگ عجیب سا محسوس ہوا۔ اس لیے بار بار وہ یہ سوال کرتا رہا اور حضورؐ نفی میں جواب دیتے رہے۔ اور بالآخر آپؐ نے اُسے مطمئن کرنے کے لیے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت تک کوئی عمل قبول نہیں ہوتا جب تک وہ خالص اس کی خوشنودی و رضا کے لیے نہ ہو۔ اور جنگ

اُسی وقت جہاد فی سبیل اللہ کہلا سکتی ہے جب کہ خالص اُسی کے لیے ہو نہ مال و دولت کے لیے اور نہ جاہ و عزت کے لیے۔ ورنہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے بجائے جہاد فی سبیل الطاغوت ہوگی۔

۴۴۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ : اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلَیْہِ رَجُلٌ اُسْتُشْہِدَ ، فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِیْکَ حَتّٰی اسْتُشْہِدْتُ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنْ قَاتَلْتَ اَنْ یُّقَالَ جَرِیْئٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَبِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔ (احمد مسلم)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قیامت کے روز سب سے پہلے اُس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا جو لڑ کر شہید ہوا۔ چنانچہ اُسے خدا کے سامنے لایا جائے گا اور خدا اس کو اپنی نعمتیں جتائے گا اور جب وہ ان کا اقرار کرے گا، تو پھر خدا پوچھے گا کہ تو نے ان نعمتوں کا شکریہ کس طرح ادا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے تیرے لیے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اس پر خدا فرمائے گا، تو نے جھوٹ بولا، تو تو اس لیے لڑا تھا کہ لوگ کہیں، بڑا جری ہے۔ سو تیرا یہ مقصد پورا ہو گیا۔ پھر خدا اس کے لیے عذاب کا حکم دے گا۔ اور اُسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ الخ

اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ بڑے سے بڑا عمل بھی نیت

کے فساد سے اکارت ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے اپنی جان تک دے دی جس سے عزیز تر دنیا کے اندر آج تک کوئی چیز دریافت نہیں ہوئی مگر اتنا عظیم عمل فاسد بنیاد پر استوار ہونے کی وجہ سے اکارت گیا۔ جان کی بازی لگا دینے کا محرک یہ جذبہ تھا کہ جری اور جیالا کہلائے، سو وہ حاصل ہو گیا۔ اور حبیب اللہ کے دربار میں حاضر ہوا تو اُسے معلوم ہوا کہ اس کی قربانی کا لین دین برابر سرابر ہو چکا ہے۔ اور چونکہ اُس نے یہ لین دین کا سودا ملکیتِ غیر کے ساتھ کیا تھا۔ یعنی وہ جان جو اللہ نے اُسے دی تھی اور جس کا حق یہ تھا کہ وہ اُسی کی راہ میں جاتی وہ اُس نے اپنی فانی خواہش (شہرت) کے بدلے دے دی، اس لیے وہ اس ناحق معاملے پر مستحقِ عذاب ہوا۔

۳۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْجِہَادِ، فَقَالَ: یَا عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عَمْرٍو! اِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَکَ اللّٰہُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَاِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِیًا مُکَاثِرًا بَعَثَکَ اللّٰہُ مُرَائِیًا مُکَاثِرًا۔ یَا عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عَمْرٍو عَلٰی اَیِّ حَالٍ قَاتَلْتَ اَوْ قُتِلْتَ بَعَثَکَ اللّٰہُ عَلٰی تِلْکَ الْحَالِ (ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے جہاد کی حقیقت بتائیں۔ حضورؐ نے فرمایا، اے عبداللہ! اگر تو نے صابر اور طالب ثواب بن کر لڑائی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے

روز صابر اور طالب ثواب ہی اٹھائے گا۔ اور اگر تو دکھاوے کے لیے یا مال جمع کرنے کے لیے لڑا تو تجھے اللہ ریاکار اور حریص مال بنا کر اٹھائے گا۔ اے عبداللہ! جس حالت میں تو لڑے گا یا مارا جائے گا اسی حالت پر اللہ تجھ کو اٹھائے گا۔

ان پانچوں حدیثوں میں ایک ہی مضمون کو مختلف انداز میں دہرایا گیا ہے۔ ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ اگر جنگ کے محرکات یہ پانچ چیزیں ہوں، طلب غنائم، اظہار شجاعت، ریاکاری، حمیت قومی وطنی، جوش انتقام۔ تو یہ جنگ اسلامی نہیں ہے۔ اسلامی جنگ وہ ہے جس کا محرک اللہ کے دین کی برتری ہو۔ امام طبری نے تصریح کی ہے کہ اگر مجاہد کے پیش نظر تو ہو اعلائے کلمۃ اللہ۔ مگر ضمناً اس سے اظہار شجاعت بھی ہوتا رہے، اپنی قوم اور اپنے وطن کی مدافعت کا خیال بھی رہے اور کفار سے انتقام کا جوش بھی اس کے اندر موجزن ہو، تو کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غنائم کا لالچ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بہادروں کی تعریف فرمائی ہے، اور میدانِ جنگ کے اندر ریاکاری اور اکڑ کر چلنے کو پسند فرمایا ہے۔ قوم اور وطن کی حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔ اہلِ کفر سے انتقام کو غیرتِ ایمانی قرار دیا ہے۔ اس لیے اگر یہ عوامل ضمنی طور نہ کہ مقصود و مطلوب کی حیثیت سے کارفرما ہوں تو اس سے کوئی حرج نہیں واقع ہوتا۔ حرج اس وقت واقع ہوگا جب کہ مقصد میں تبدیلی ہوگی جہود

کا یہی مسلک ہے جسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔
ابن ابی جمرہ نے بھی لکھا ہے کہ اہل تحقیق کا مذہب یہ ہے کہ محرک اول اگر اعلائے کلمۃ اللہ ہو تو اس کے بعد جتنے بھی اضافی محرکات ہوں گے وہ مخل کا باعث نہیں ہوں گے۔ (نیل الاوطار)

جہاد کی اوّلین شرط: اسلام

۲۳۔ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ، فَقَالَ أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: عَمِلَ قَلِیْلًا وَ أُجِرَ کَثِیْرًا۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت براءؓ کہتے ہیں: ایک آہن پوش شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں لڑائی شروع کردوں یا پہلے اسلام لاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا: پہلے اسلام قبول کرو پھر لڑائی کرو۔ چنانچہ اس شخص نے پہلے اسلام قبول کیا، اور پھر لڑائی کے میدان میں اتر گیا اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے تھوڑے سے عمل سے بہت بڑا اجر حاصل کرلیا۔

جہاد کو اسلامی بنانے والی اور اسے درگاہِ خداوندی میں معتبر ٹھہرانے والی اولین شرط، اسلام ہے۔ اسلام کا اقرار کیے بغیر جو قتال بھی کیا جائے گا وہ دنیا کے اندر تو داد پا سکتا ہے، مگر اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی کوئی داد نہیں ہوگی۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں حصہ

لینے والے تو وارد کو پہلے اسلام لانے کی تلقین فرمائی، اور جب وہ اسلام کا اقرار کرنے کے بعد دادِ شجاعت دیتا ہوا شہید ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا عمل قلیل ہے مگر اجر کثیر پالیا۔ یعنی اسلام لانے کے بعد اس کو عمل کا کوئی موقع نہیں ملا۔ ادھر اسلام لایا اور ادھر شہادت پالی۔ مگر چونکہ اس کی شہادت خالص مسلمان کی شہادت تھی اور فی سبیل اللہ تھی اس لیے اسے وہ درجہ حاصل ہو گیا جو شہداء کے لیے اللہ کے ہاں مقرر ہے۔

نفاق کا جہاد غیر مقبول ہے

۳۷۔ عَنْ عُتْبَةَ ابْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلسَّيْفُ لَا يَمْحُوا النِّفَاقَ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: عتبہ بن عبد سلمی بیان کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلوار نفاق کو محو نہیں کر سکتی۔

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہ خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، معاف فرما دیتا ہے۔ السیف محّاء الخطایا تلوار گناہوں کو محو کر دینے والی ہے۔ مگر جس روگ کا ازالہ تلوار کے بس میں بھی نہیں ہے وہ نفاق ہے۔ دوسرے گناہ تو شہید کا پہلا قطرۂ خون زمین پر گرتے ہی دُھل گئے مگر نفاق کا مرض ایسا غلیظ نکلا کہ گردن کٹ جانے کے باوجود یہ محو نہ ہو سکا۔ اس کا علاج صرف توبہ اور سچی توبہ ہی ہے۔ مجاہدوں کو اپنا یہ روگ اپنی زندگی میں خالص توبہ اور سچے ایمان سے

دھو لینا چاہیے۔ اسی صورت میں ان کا جہاد قبول ہو سکے گا اور وہ اللہ کے ہاں عظیم اکرام و انعام کے مستحق ہو سکیں گے۔

دنیوی فائدوں سے اجتناب

۴۸۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَهُوَ لَا يَنْوِيْ فِيْ غَزَاتِهِ اِلَّا عِقَالًا فَلَهُ مَا نَوٰى۔

(مسند احمد)

ترجمہ: عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور صرف ایک اونٹ باندھنے کی رسّی کی بھی نیت کرلی تو بس اس کو وہ رسّی ہی ملے گی، ثواب کچھ نہ ملے گا۔

اسلام کا بنیادی ستون ہے: انما الاعمال بالنیات۔ عمل کا فیصلہ نیتوں کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر مجاہد کی نیت یہ ہو کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے تو اس کی ایک صبح یا ایک شام بھی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ لیکن اگر وہ اس جہاد میں صرف ایک معمولی سی رسّی کے حصول کی نیت کرلیتا ہے تو پھر اسے رسّی ملے گی اور کچھ نہ ملے گا۔

والدین کی اجازت

۴۹۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ اَحَدٌ بِالْيَمَنِ؟ فَقَالَ: اَبَوَايَ۔ فَقَالَ: اَذِنَا لَكَ؟ فَقَالَ: لَا

قَالَ ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا فَإِنْ اَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَ اِلَّا فَبِرَّهُمَا ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے (بہ نیت جہاد) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا یمن میں تمہارا کوئی رشتہ دار ہے؟ اس نے عرض کیا: والدین ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں یہاں آنے کی اجازت دی ہے؟ اُس شخص نے جب نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا: والدین کے پاس لوٹ جاؤ اور اُن سے اجازت طلب کرو۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو بے شک جہاد میں حصہ لو، ورنہ اُن کی خدمت کرتے رہو۔

۴۰۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ جَاهِمَةَ السُّلَمِيِّ اَنَّ جَاهِمَةَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَرَدْتُ اَنْ اَغْزُوَ وَ جِئْتُكَ اَسْتَشِيرُكَ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ فَقَالَ اَلْزِمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلَيْهَا (احمد ونسائی)

ترجمہ: معاویہ بن جاہمہ سُلمی بیان کرتے ہیں کہ اُن کے والد جاہمہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں لڑائی میں حصہ لینا چاہتا ہوں، اور آپ کی خدمت میں اس بارے میں مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آنجنابؐ نے دریافت فرمایا: کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ جاہمہ نے اثبات میں جواب دیا، تو اس پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں

کے پاس رہو، جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔

ان دونوں احادیث سے اور اس مضمون کی متعدد دوسری احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کے والدین یا دونوں میں سے کوئی زندہ ہو اور وہ خدمت کا مستحق ہو تو اُس کے لیے لازم ہے کہ وہ اُن کی خدمت کرے۔ اور اس کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے نہ نکلے۔ یہ جمہور کا مسلک ہے۔ حضرت ابو سعید کی روایت میں حضورؐ نے یمن سے آنے والے ایک شخص کو اسی لیے واپس لوٹا دیا کہ وہ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شرکت کے لیے آگیا تھا۔ جاہمہ کو بھی حضورؐ نے والدہ کی خدمت میں رہنے کی تلقین فرمائی۔ ایسے شخص کے لیے جہاد میں شرکت کی صرف یہ صورت ہے کہ اُس کے والدین اُس کی خدمت سے مستغنی ہوں اور وہ برضا و رغبت اُسے شرکت جہاد کی اجازت دے دیں۔ لیکن یہ واضح رہے کہ والدین سے اجازت کا حکم صرف اُس جہاد کے لیے جو فرض کفایہ ہو۔ لیکن اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر والدین سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ اگر منع بھی کر رہے ہوں تو بھی ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ اس لیے جہاد فرض عین ہے جس کا ترک معصیت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے)۔ شافعیہ کے نزدیک جدّ (دادا اور نانا) اور جدّہ (دادی اور نانی) کا بھی وہ حکم ہے جو ماں اور باپ کا ہے (نیل الاوطار)۔

قرض سے نجات

۴۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ، یَغْفِرُ اللّٰہُ لِلشَّہِیْدِ کُلَّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ (احمد، مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہ معاف کر دے گا مگر قرض معاف نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہ معاف فرمائے۔ لیکن قرض چونکہ حقوق العباد میں شامل ہے، اس لیے اس حق کا سقوط صاحب حق کی رضا پر مبنی ہے۔ یہ فیصلہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل کے ذریعہ بتایا گیا۔ اس باب کی احادیث سے یہ استدلال ہوا کہ جس آدمی کے ذمہ قرض ہو اسے اپنے قرضخواہ کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے نکلنا (جب کہ وہ فرض کفایہ ہو) جائز نہیں ہے اور اگر مجاہد اپنے غریم کی اجازت کے بغیر نکلے گا تو بلاشبہ اس کے تمام گناہ معاف ہو سکتے ہیں، مگر قرض کا گناہ اس سے معاف نہیں ہو گا۔

امام شوکانی نے لکھا ہے کہ اجازت لینے کی ضرورت اس صورت میں ہے جب کہ قرض قریب المیعاد ہو، لیکن اگر قرض مؤجل اور طویل المیعاد ہو تو اس کی دو شکلیں ہیں: امام یحییٰ کہتے ہیں: افتح مسلک یہ ہے کہ ایسی صورت میں بھی اجازت لے لی جائے۔ بعض دوسرے علما کہتے ہیں

اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اس کا وہی حکم ہے جو سفرِ تجارت کا حکم ہے۔ بحر المحیط میں ہے، اگر مقروض قتال میں شریک ہو گیا ہو تو قرضخواہ کے مطالبہ کے باوجود اسے قتال سے فارغ ہو کر واپس ہونا چاہیے۔

(نیل الاوطار)

شخصی قرضوں کا جو حکم ہے وہی سرکاری اور نیم سرکاری قرضوں کا حکم ہے۔ اس لیے مجاہد کے لیے، خواہ وہ قتال میں شامل ہو یا جہاد کے کسی اور محاذ پر، اُسے اپنے قرضوں سے اور خاص طور پر معجّل اور قریب المیعاد قرضوں سے، نجات حاصل کرنی چاہیے۔

اسلام کے دورِ اوّلین میں اس پہلو پر جو توجہ دی گئی ہے اس کی مثال اگلی روایت میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ فوجوں کا کمانڈر، باقاعدہ فوجوں میں اعلان کرتا ہے کہ جس شخص کے ذمہ کوئی قرض ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ اگر وہ اس جہاد میں کام آ گیا تو اس کا قرض ادا نہ ہو سکے گا اُسے واپس ہو جانا چاہیے۔

۲۴۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یَقِفُ حِیْنَ یَنْتَھِیْ اِلَی الدَّرْبِ فِیْ مَسِیْرِ النَّاسِ اِلَی الْجِھَادِ فَیُنَادِیْ بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ یٰاَیُّھَا النَّاسُ مَنْ کَانَ عَلَیْہِ دَیْنٌ وَیَظُنُّ اَنَّہٗ اِنْ اُصِیْبَ فِیْ وَجْھِہٖ ھٰذَا لَمْ یَدَعْ لَہٗ وَفَاءً فَلْیَرْجِعْ وَلَا یَتْبَعْنِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَعُوْدُ کَفَافًا۔ (رزین)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداءؓ کے بارے میں مذکور ہے کہ لوگ جب جہاد

کے لیے نکلتے تو وہ گزرگاہ کے کنارے پر کھڑے ہو جاتے اور بآوازِ بلند یہ اعلان کرتے کہ لوگو! جس کے ذمہ کوئی قرض ہے اور اُسے اندازہ ہے کہ اگر وہ اس جہاد میں شہید ہو گیا تو اُس کا قرض ادا نہ ہو سکے گا تو وہ واپس لوٹ جائے اور میرے ساتھ نہ چلے۔ کیونکہ وہ اس جہاد سے کوئی اجر نہ لے کر لوٹے گا۔

کرائے کے جہاد کی حقیقت

۴۳۔ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُنِي فِي سَرَايَا، فَبَعَثَنِي ذَاتَ يَوْمٍ فِي سَرِيَّةٍ وَكَانَ رَجُلٌ يَرْكَبُ بِثَقَلِي فَقُلْتُ لَهُ: ارْحَلْ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَعَثَنِي فِي سَرِيَّةٍ، فَقَالَ: مَا أَنَا بِخَارِجٍ مَعَكَ، قُلْتُ وَلِمَ؟ قَالَ: حَتّٰى تَجْعَلَ لِي ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ، فَلَمَّا رَجَعْتُ مِنْ غَزَاتِي ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ لَيْسَ لَهُ مِنْ غَزَاتِهِ هٰذِهِ وَمِنْ دُنْيَاهُ وَمِنْ آخِرَتِهِ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ۔ (ابوداؤد۔ مسند احمد)

ترجمہ: یعلیٰ بن امیہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فوجی مہموں میں بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے ایک فوجی مہم میں مجھے بھیجا۔ ایک شخص سامان لادنے میں میری مدد کیا کرتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی مہم میں بھیجا ہے تم بھی چلو۔ وہ کہنے لگا: میں تمہارے ساتھ نہیں نکل سکتا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: "اگر

مجھے تین دینار اُجرت دی جائے تو میں ساتھ جا سکتا ہوں۔" میں جب لڑائی سے واپس آیا تو میں نے اُس شخص کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آنجناب نے فرمایا: اس شخص کو اپنی اس لڑائی سے صرف تین دینار ہی حاصل ہوئے۔ نہ دنیا میں اس کو مال غنیمت میں سے کچھ ملے گا اور نہ آخرت میں اسے کوئی اجر حاصل ہو گا۔

۴۴۔ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: سَتُفْتَحُ عَلَیْکُمُ الْاَمْصَارُ وَسَتَکُوْنُ جُنُوْدًا مُجَنَّدَۃً یُقْطَعُ عَلَیْکُمْ بُعُوْثٌ فَیَکْرَہُ الرَّجُلُ مِنْکُمُ الْبَعْثَ فِیْھَا فَیَتَخَلَّصُ مِنْ قَوْمِہٖ، ثُمَّ یَتَصَفَّحُ الْقَبَائِلَ یَعْرِضُ نَفْسَہٗ عَلَیْھِمْ یَقُوْلُ: مَنْ اَکْفِیْہِ بَعْثَ کَذَا، مَنْ اَکْفِیْہِ بَعْثَ کَذَا، اَلَا وَ ذَالِکَ الْاَجِیْرُ اِلٰی اٰخِرِ قَطْرَۃٍ مِنْ دَمِہٖ

(احمد۔ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: کئی شہروں پر تمہیں فتوحات حاصل ہوں گی، اور تمہاری باقاعدہ اور مستقل فوجیں ہوں گی، تمہاری مختلف آبادیوں کے ذمہ الگ الگ فوجی بھرتی عائد کی جائے گی۔ چنانچہ ایک آدمی اپنی قوم کی جانب سے خدمات پیش کرنے کو ناگوار سمجھے گا اور اپنی قوم سے جان چھڑا کر دوسرے قبائل کی چھان بین کرنے لگے گا۔ اور اپنے آپ کو انہیں پیش کر کے کہے گا کہ فلاں فلاں فوج میں بھیجے جانے کے لیے تیار ہوں کون ہے جو مجھے معاوضہ دے۔ پس ایسا شخص محض

مزدور ہے اور اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر بھی اس کے پلے مزدوری کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

اوپر کی دونوں حدیثوں میں کرائے کے جہاد کی مذمت کی گئی ہے اس مضمون کی کئی اور بھی احادیث مختلف طرق سے مروی ہیں۔ ان احادیث کو سمجھنے کے لیے چند باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور بعد کے ادوار میں طویل مدت تک جو اسلامی جنگیں لڑی گئی ہیں ان میں جو مجاہدین شریک ہوتے رہے ہیں، وہ حکومت کے تنخواہ دار سپاہی نہ ہوتے تھے بلکہ ملک کے عام شہری ہوتے تھے۔ ہر شخص اپنا اپنا اسلحہ اور ہتھیار اپنے طور پر مہیا کرتا تھا۔ اپنے بل پر جنگی تربیت حاصل کرتا تھا اور جب جہاد کی نفیر ہوتی تھی تو اسلامی افواج میں شریک ہو جاتا۔

جنگ کے دوران جو غنائم حاصل ہوتے تھے ان کا ۴/۵ تمام مجاہدین میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ ان میں وہ مجاہدین بھی شامل ہوتے تھے جو "اپنی تیاری آپ" کی فہرست میں شمار ہوتے تھے، اور وہ بھی ہوتے تھے، جنہیں حکومت کے خزانے سے ہتھیار اور دیگر ضروریات جنگ فراہم کی جاتی تھیں۔ فقہ کی کتابوں میں اموال غنائم کی تقسیم کے مفصل ضابطے بیان کیے گئے ہیں۔ جنگ کے نتیجے میں جو اموال ہاتھ لگتے ہیں ان کی قسمیں اور حیثیتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً غنیمت، فئے، عشر، خراج اور جزیہ وغیرہ۔ ان قسموں میں صرف "غنیمت" کے اموال شرکائے حرب و ضرب

میں شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم ہوتے تھے۔

غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو میدانِ جنگ میں دشمن کی افواج سے فاتح فوج کے ہاتھ آئے۔ یہ بعینہٖ وہی چیز ہے جسے مغربی قانون میں "غنائمِ جنگ" (SPOILS OF WAR) کہا جاتا ہے۔ اور جسے تمام دنیا کے مقننوں نے فاتح کا فطری حق تسلیم کیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مغربی قانون تمام اموالِ غنیمت کو حکومت کا حصّہ قرار دیتا ہے اور اسلامی قانون ان میں سے پانچواں حصّہ لے کر باقی چار حصّے ان جانباز سپاہیوں میں تقسیم کر دیتا ہے جنھوں نے اپنا خون بہا کر انہیں حاصل کیا ہے۔

بعد میں جب اسلامی قلمرو کی سرحدیں پھیل گئیں اور ان کی حفاظت کے لیے اور فتوحات کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے مستقل فوجیں، اور اسلحہ کے میگزین اور اسلحہ ساز کارخانے درکار تھے۔ چنانچہ باضابطہ فوجی نظام کی تشکیل کی گئی۔ فوجی تربیت اور فوجی استعداد کا مستقل دیوان وجود میں آ گیا۔ تمام مصارف سرکاری خزانے سے ادا ہونے لگے اور افواج کے لیے باقاعدہ معاوضے جاری ہوئے۔ حالات خواہ جنگ کے ہوں یا امن کے۔ امام ماوردی اور قاضی ابو یعلیٰ نے "احکام سلطانیہ" میں فوجی کی تنخواہوں، ترقیوں، خصوصی انعامات اور پنشنوں کے بارے میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔ اور کتاب و سنّت کی روشنی میں احکام و ضوابط بیان کیے ہیں۔ بلکہ وزارتِ جنگ کے تمام مالی اور انتظامی اختیارات بیان کیے ہیں۔ اور وہ مدّات بھی بیان کی ہیں جن سے جنگی مصارف ادا کیے جا سکتے ہیں۔

تمام فقہاء نے ایسے با تنخواہ مجاہدوں کو مجاہد ہی شمار کیا ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے ان کو مزید امتیاز سے نوازا ہے کہ انھوں نے مستقل طور پر اپنی زندگی اسلامی مملکت کے تحفظ، دفاع اور اشاعتِ اسلام کی خاطر وقف کر دی ہے۔

سرکاری خرچ پر جہاد میں شرکت کرنے والا اسی ثواب کا مستحق ہے جس کا مستحق رضاکارانہ طور پر جہاد میں حصّہ لینے والا ہے۔ یہ انسان کی نیت فیصلہ کرتی ہے کہ اس کا جہاد اور شہادت اللہ کے ہاں مقبول ہے یا نہیں۔ ایک شخص رضاکارانہ طور پر حصّہ لیتا ہے لیکن وہ کسی مالی منفعت، سرکاری عہدے یا کسی اور دُنیاوی غرض کا لالچ رکھتا ہے تو اس کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اور وہ جان دینے کے باوجود رُتبہ شہادت سے محروم رہتا ہے۔ اور دوسرا شخص سرکاری مصارف پر جہاد کرتا ہے مگر اس کی نیت اسلامی مملکت کا تحفظ، فتنہ کی سرکوبی اور کلمۃ اللہ کا اعلاء ہے تو وہ خالص مجاہد ہے۔ اور ان شہداء کی صف میں شامل ہے جن کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ؐ اخروی بشارتیں دے چکے ہیں۔

مذکورہ احادیث میں جس ذہنیت پر تنقید کی گئی ہے وہ تنخواہ پرستی کی ذہنیت ہے۔ حدیث ۱۲۳ میں ایک شخص کو جہاد کی دعوت دی گئی مگر اس نے اپنا معاوضہ پہلے طے کر لیا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جہاد میں شرکت کے لیے کوئی کشش اسے اس کے سوا محسوس نہ ہوئی کہ اسے تین دینار ملیں۔ حدیث ۱۲۴ میں ایک شخص اپنے قبیلہ کی طرف عقبات

سپرد کرنے کے بجائے دوسرے قبائل میں جا کر اپنا نرخ بالا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔

اپنے خرچ پر جہاد کروانا :

۴۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلْغَازِیْ اَجْرُهٗ وَلِلْجَاعِلِ اَجْرُهٗ وَاَجْرُ الْغَازِیْ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ : عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جہاد کے لیے نکلنے والے کو اپنے جہاد کا اجر ملے گا۔ اور جو شخص کسی کو اجرت دے کر جہاد پر بھیجتا ہے تو اسے اجرت دینے کا اجر بھی ملے گا اور جہاد کرنے والے کے جہاد کا اجر بھی ملے گا۔

جو شخص دوسرے کو اجرت دے کر جہاد پر بھیجتا ہے اُسے اس مالی قربانی کا بھی اجر ملتا ہے اور اُس جہاد کا اجر بھی ملتا ہے جسے اجیر انجام دیتا ہے۔ رہا مزدور تو اُس کا اجر اپنی نیت پر مبنی ہے۔ اگر وہ محض اجر کی خاطر لڑ رہا ہے تو اسے اجرت کے ٹکوں کے عوض کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے جو ایک دوسرے صاحب خیر کی بدولت اُسے اللہ نے فراہم کر دیا ہے اور اس جہاد کو وہ جہاد فی سبیل المال کے بجائے جہاد فی سبیل اللہ بنا لیتا ہے تو اللہ کے خزانے وسیع ہیں وہ اُس کو اجر و ثواب سے مالا مال کر سکتا ہے اور جس نے اُسے بھیجا ہے اُسے بھی مالا مال کر سکتا ہے۔ بغیر اس کے کہ مجاہد کے

ثواب میں کوئی کمی واقع ہو۔

جہاد کے بعد نیکوکاری کی روش :

۴۶ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : لَا یَجْتَمِعُ فِی النَّارِ مَنْ قَتَلَ کَافِرًا ثُمَّ سَدَّدَ بَعْدَهٗ (مسند احمد)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس نے اللہ کی راہ میں مارا، کسی کافر کی گردن اڑائی اور پھر اپنی زندگی کو نیکی پر استوار رکھا تو وہ شخص اور کافر دونوں آگ میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

اللہ کی راہ میں جوانمردی اور دلاوری کے جوہر دکھانا، علمبرداران کفر و فتنہ سے اللہ کی زمین کو پاک کرنا، ظلم و جبر کی طاقتوں کے پنجوں سے مظلوم اشخاص و اقوام کو نجات دلانا بڑا زبردست کارنامہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات ایسے لوگوں کے لیے اپنی مغفرت و رحمت کے بے پناہ خزانے رکھتی ہے۔ اُن کے لیے جنّت کی بشارتیں ہیں۔ ان کے جہاد کے مقابلے میں بڑی بڑی عبادتوں اور ریاضتوں کی بھاری مقدار ہیچ ہے۔ مگر یہ شرط بھی عائد کر دی گئی ہے کہ یہ سب امتیازات ان مجاہدین کو حاصل ہیں جنہوں نے جہاد کے بعد اپنی زندگی کو راہ راست پر قائم رکھا اور اسے بعد میں کسی گناہ سے ملوّث نہیں کیا۔ جہاد انسان کے گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔ جہاد سے لوٹنے والا شخص گناہوں سے اُسی طرح پاک

ہوتا ہے جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ - اگر اس پاکیزہ اور کوثر و تسنیم سے دُھلی ہوئی زندگی کو دوبارہ اللہ کی نافرمانیوں سے آلودہ کر دیا جائے تو یہ بہت بڑا خسارہ ہے - نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی کے موقع پہ فرمایا تھا کہ ہم جہاد اصغر سے فارغ ہو کر جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں - جہاد اکبر سے آپؐ کی مراد نفس کے خلاف جہاد ہے جو انسان کو ہر وقت خدا کی نافرمانی پر اکساتا رہتا ہے - یہ وہ جہاد ہے جو زندگی کے کسی لمحہ میں بند نہیں ہوتا -

باب ۴

جہاد کی فرضیّت

● — جہاد ناگوار ہونے کے باوجود فرض ہے

● — مشرکوں کو ہر تدبیر سے قتل کرو

● — ہر حالت میں جہاد کے لیے نکلو

● — ہر نیک و بد امیر کے تحت جہاد کرو

● — جہاد قیامت تک جاری ہے

● — جہاد کی نیّت رکھو

● — ہر ممکن حصّہ لو

● — فرض عین اور فرض کفایہ کا فرق اور حکم

جہاد ناگوار ہونے کے باوجود فرض ہے :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

۴۷۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

(البقرۃ : ۲۱۶)

ترجمہ : تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔

مشرکوں کو ہر تدبیر سے قتل کرو :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

۴۸۔ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ (توبہ : ۵)

ترجمہ : پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں

تو انھیں چھوڑ دو۔

ارشاد باری ہے :

۴۹۔ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○ (التوبہ : ۳۶)

ترجمہ : اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور دھیان رکھو کہ اللہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے۔

ہر حالت میں جہاد کے لیے نکلو :

ارشاد باری ہے :

۵۰۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (التوبہ : ۴۱)

ترجمہ : نکلو، خواہ ہلکے پھلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

ارشاد باری ہے :

۵۱۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ○ (النساء : ۷۱)

ترجمہ : اے ایمان والو ! مقابلہ کے لیے ہر وقت تیار رہو پھر جیسا موقع ہو الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا اکٹھے ہو کر۔

ہر نیک و بد امیر کے تحت جہاد کرو :

۵۲۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ، اَلْجِھَادُ وَاجِبٌ عَلَیْکُمْ مَعَ کُلِّ اَمِیْرٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم پر جہاد فرض ہے ہر امیر کے ماتحت خواہ وہ نیک ہو یا بُرا ۔

جہاد قیامت تک جاری ہے :

۵۳۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِنْ اَصْلِ الْاِیْمَانِ ، اَلْکَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا نُکَفِّرُہٗ بِذَنْبٍ وَلَا نُخْرِجُہٗ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ وَالْجِھَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِیَ اللّٰہُ اِلٰی اَنْ یُّقَاتِلَ اٰخِرُ اُمَّتِی الدَّجَّالَ لَا یُبْطِلُہٗ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ ، وَالْاِیْمَانُ بِالْاَقْدَارِ ۔ (ابوداؤد ۔ احمد بروایت عبداللہ)

ترجمہ : حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تین چیزیں ایمان کی جڑ ہیں : پہلی چیز اس آدمی سے ہاتھ اٹھا لینا جو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرے ۔ اور کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کی جائے اور کسی عمل پر اُسے دائرہ اسلام سے خارج نہ کیا جائے ۔ دوسری چیز جہاد ہے ۔ یہ جاری ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث

فرمایا ہے۔ اور جاری رہے گا۔ حتیٰ کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے لڑے گا۔ اس جہاد کو کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل منسوخ نہیں کر سکتا۔ تیسری چیز تقدیروں پہ ایمان لانا ہے۔

۵۴۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلَى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰى يُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: عمران بن حصین بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ برابر حق پہ لڑتا رہیگا اور حق کے دشمنوں پہ غلبہ پاتے گا، حتیٰ کہ میری امت کا آخری شخص مسیح دجال سے لڑے گا۔

جہاد کی نیت رکھو:

۵۵۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ: لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا: اب فتح مکہ کے بعد ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ ان میں مسلمانوں کو ہجرت کرکے مدینہ آنے کی ضرورت نہیں رہی لیکن جہاد اور جہاد کی نیت برقرار ہے۔ اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم

دیا جائے تو نکل پڑو۔

ہر ممکن حصّہ لو:

۵۶۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهٗ بِغَزْوٍ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ نِفَاقٍ۔ (مسلم۔ ابوداؤد۔ مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ دل میں رکھا، وہ نفاق کی ایک حالت میں مرا۔

۵۷۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُجَهِّزْ غَازِیًا اَوْ یَخْلُفْ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ (ابوداؤد)

ترجمہ: ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نہ جہاد کیا، نہ مجاہد کو سامان مہیا کیا اور نہ مجاہد کے اہل وعیال کی نیک نیتی سے دیکھ بھال کی وہ قیامت کے روز شدید آفت سے دوچار ہوگا۔

فرضِ عین اور فرض کفایہ کا فرق:

تمام محدثین اور ائمہ فقہ نے جہاد کی فرضیت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک فرض عین اور دوسری فرض کفایہ۔ اگر دشمن دارالاسلام

کے کسی علاقہ پر، خواہ وہ آباد ہو یا غیر آباد، صحرا ہو یا پہاڑ، حملہ کر دے تو اس علاقہ کے مسلمانوں پر دشمن کے خلاف جہاد کرنا فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دشمن کے دفاع کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو متصل علاقوں کے مسلمانوں پر اس کی مدافعت فرض عین ہے۔ اور اگر وہ بھی ناکافی ثابت ہو رہے ہوں تو مشرق و مغرب کے تمام مسلمانوں پر دارالاسلام کے اس حصہ کا دفاع لازم ہے اور دشمن کے تسلط سے اس کا آزاد کرانا فرض عین ہے۔

جو شخص بلا عذرِ شرعی اس فرض کے قیام سے جی چرائے گا، وہ سخت گنہگار ہوگا۔ اور اس کے تمام اچھے اعمال غارت ہو جائیں گے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جن لوگوں نے جہاد کی نفیرِ عام کے بعد شرکت میں پس و پیش کیا یا عدم شرکت کے مرتکب ہوئے وہ منافقین کہلائے۔ اللہ تعالیٰ کی سخت وعید کے مستحق ہوئے، اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مغفرت سے محروم ہوئے۔

فرض کفایہ کی شکل یہ ہے کہ اگر کوئی گروہ دشمن کی مؤثر مدافعت کر رہا ہو یا مظلوم کی داد رسی اور فتنہ کی سرکوبی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہا ہو تو دوسروں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس ذمہ داری کو سب نے ترک کر رکھا ہو تو سب تارکِ فرض ہوں گے اور گنہگار رہوں گے۔ فرض کفایہ کو قائم کرنا بہت بڑی سعادت و فضیلت کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو قاعدین (جہاد کے لیے نہ نکلنے

والوں) پر فضل و انعام اور رحمت و مغفرت کے لحاظ سے کئی درجے فائق تر رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

فرضِ عین کی شکل میں تمام قوم کو اپنی خدمات حکومت اسلامی کے سپرد کر دینا چاہیے۔ حکومت کا یہ کام ہے کہ وہ جن لوگوں کو چاہے قتال کے لیے منتخب کرے اور جن لوگوں کو چاہے کوئی اور ذمہ داری سونپ دے۔ اور اگر حکومت کی طرف سے ان کو کوئی معین ذمہ داری نہ سونپی گئی ہو تو وہ بجائے خود جس شکل میں بھی جہاد میں حصہ لے سکتے ہوں لیتے رہیں۔ موجودہ زمانے میں جنگ نے جو نوعیت اختیار کر لی ہے اس کی وجہ سے قتال ہی ایک محاذ نہیں رہا بلکہ قتال سے بھی اہم تر محاذ پیدا ہو گئے ہیں۔ مثلاً شہری دفاع، طبی سہولتوں کی فراہمی، اسلحہ سازی کی سرگرمیوں میں اضافہ، حکومت کے نظام کا استحکام و تحفظ، حکومت کے اداروں سے بھرپور تعاون، موزوں نفسیاتی فضا کی تخلیق، ضروریاتِ زندگی کی حسبِ معمول فراہمی اور پیدائش، حامیوں اور دوستوں کی تعداد میں زیادہ سے زیادہ اضافہ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام جنگ کے محاذ ہیں اور جو شخص جس محاذ سے وابستہ ہے اُسے اپنے محاذ پر سرگرمِ عمل رہنا ہوگا اور اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہوگا۔

فرضِ کفایہ کو اگر کچھ لوگ ادا کریں گے تو بلاشبہ دوسروں سے یہ فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ لیکن یہ بھی لازم ہے کہ ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیے جو اسے قائم کرنے والا ہو، ورنہ پوری ملت گنہگار رہے گی۔

اور ترکِ فرض کے جرم کی مرتکب۔ جہاد کی یہ شکل دائمی اور ابدی ہے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر، شعائر اللہ کی اقامت، اسلامی ریاست کا استحکام، کتاب و سنّت کی تعلیم کا فروغ، دشمن کو مرعوب رکھنے کے انتظامات یہ سب ایسے کام ہیں جن سے ملّتِ اسلامی کبھی مستغنی نہیں ہو سکتی۔ ملّت کا ایک خاصا مضبوط عنصر ایسا وجود میں آنا چاہیے جو اُن کے لیے وقف ہے۔ اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جہاد تو ہر حالت میں فرض عین ہے مگر قتال فرض کفایہ ہے۔

آئندہ جو آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ درج کی گئی ہیں اُن میں دونوں طرح کے احکام اور مضامین ملیں گے۔ جہاد کے فرض عین ہونے کے احکام بھی اور فرض کفایہ کی صورت میں جہاد میں حصّہ لینے والوں کے فضائل بھی۔

تمام محدثین اور ائمہ و فقہاء نے جہاد کی فرضیت کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک فرض عین اور دوسرا فرض کفایہ۔ اگر دشمن دارالاسلام کے کسی علاقہ پر، خواہ وہ علاقہ آباد ہو یا صحرا یا پہاڑ ہوں، حملہ کر دے تو اس علاقہ کے مسلمانوں پر دشمن کے خلاف جہاد کرنا فرض عین ہے۔ اگر وہ دشمن کے دفاع کی استطاعت نہ رکھ رہے ہوں تو دوسرے متّصل علاقوں کے مسلمانوں پر اُس کی مدافعت فرض عین ہے۔ اور اگر وہ بھی ناکافی ثابت ہو رہے ہوں تو مشرق و مغرب کے تمام مسلمانوں پر دارالاسلام پر حملہ آور ہونے والے دشمن کا مقابلہ کرنا اور اُس کے تصرّف میں آ

جاتے والے حصہ کو آزاد کرانا فرضِ عین ہے۔ اگر وہ اِس فرض کو ادا نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ فرض عین کا حکم یہ ہے کہ جب تک اُسے ادا نہ کیا جائے وہ ساقط نہیں ہوتا۔ جیسے نماز اور روزہ کی فرضیّت۔ جہاد جب فرضِ عین ہو جائے تو باستثنائے معذورین ہر مسلمان فرد کو اس کے لیے نکلنا چاہیے۔ فرض کفایہ کی تعریف یہ ہے کہ ہے تو وہ ہر مسلمان پر لازم، لیکن اگر اُسے کچھ لوگ قائم کر دیں تو تمام کی جانب سے فرض ادا ہو گیا، اور اگر سب نے کوتاہی کی تو سب گنہگار ہوئے۔ جہاد کی یہ شکل ہر وقت اور ہر حالت میں قائم و برقرار ہے۔ اور حکم ہے کہ ملت اسلامی کا ایک گروہ ہر لحظہ جہاد میں لگا رہے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر، شعائر اللہ کی اقامت، دعوت و تبلیغ، فوجی طاقت کا مہیّا کرنا، فوجی تربیت حاصل کرنا، اسلامی ریاست کی ترقی و تحفظ کے لیے مختلف الاشکال کوششیں سرانجام دینا، کتاب و سنّت کی تعلیم کو فروغ دینا، اہلِ قتال مجاہدین کے لیے سازو سامان فراہم کرنا، ان کے اہل و عیال کی حفاظت کرنا وغیرہ، یہ تمام شکلیں جہاد کی ہیں اور دائم الحکم ہیں۔

جہاد میں شریک ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک میدانِ کارزار میں پہنچ کر قتال کرنا اور دوسرا مقاتلین کے لیے مدد فراہم کرنا۔ پہلی صورت میں تو صرف وہ لوگ حصہ لے سکتے ہیں جن کی خدمات حکومتِ اسلامی حاصل کرے، مگر دوسری صورت میں فرداً فرداً ہر شخص شریک ہو سکتا ہے۔

باب ۵

ترکِ جہاد کے نقصانات

- پستی اور زوال
- ابتلاءِ عظیم کا تسلط
- سامراجی طاقتوں کا استیلاء

پستی اور زوال :

ارشادِ باری ہے :

۵۸۔ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَ أَبْنَاؤُكُمْ وَ إِخْوَانُكُمْ وَ أَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيرَتُكُمْ وَ أَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ جِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (التوبہ : ۲۴)

ترجمہ : اے نبی! کہہ دو اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور خاندان کے آدمی اور وہ مال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے ماند پڑ جانے سے ڈرتے ہو اور وہ مساکن جن کو تم پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول سے تمہیں زیادہ عزیز ہیں تو پھر انتظار کرو، حتیٰ کہ خدا اپنا فیصلہ بھیجے۔ اور خدا نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

ارشادِ باری ہے :

۵۹۔ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۙ وَ يَسْتَبْدِلْ

قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (التوبہ : ۳۹)

ترجمہ : اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا، اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو اٹھا دے گا، اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

ابتلاءِ عظیم کا تسلط :

۲۰۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَتَبَايَعُوْا بِالْعِيْنَةِ وَاتَّبَعُوْا أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَتَرَكُوا الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهِمْ بَلَاءً فَلَمْ يَرْفَعْهُ عَنْهُمْ حَتّٰى يُرَاجِعُوْا دِيْنَهُمْ۔ (مسند احمد۔ ابوداؤد)

ترجمہ : ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپؐ نے فرمایا : جب لوگ درہم و دینار کے حریص ہو جائیں اور جنس بازار میں آنے سے پہلے ہی اس پر بیع کرنے لگیں، اور بیلوں کی دُمیں پکڑ لیں (کھیتی باڑی میں منہمک ہو گئے) اور جہاد کو چھوڑ دیں تو اللہ ان پر سخت آزمائش مسلط کرے گا۔ اور وہ اُس سے اُس وقت تک نہ نکل سکیں گے جب تک اپنے دین کی طرف نہ لوٹ کر آئیں گے۔ (اور جہاد کو قائم نہ کریں گے)۔

۴۱۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ : جَاہِدُوْا فِی اللّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ، وَ لَا تُبَالُوْا فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ، وَ اَقِیْمُوْا الْحُدُوْدَ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَ جَاہِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِنَّ الْجِہَادَ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ عَظِیْمٌ یُنْجِی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی بِہٖ مِنَ الْھَمِّ وَ الْغَمِّ (مسند احمد)

ترجمہ : عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تبارک و تعالیٰ کے راستے میں ہر قریب اور دُور کے دشمن سے جہاد کرو، اور اللہ کے دین کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرَوا نہ کرو۔ اور اللہ کی حدود قائم کرو حضر اور سفر دونوں حالتوں میں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہو، کیونکہ جہاد جنت کا ایک عظیم دروازہ ہے۔ جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو پریشانی اور رنج سے نجات دلاتا ہے۔

سامراجی قوتوں کا استیلاء :

۴۲۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ لِثَوْبَانَ کَیْفَ اَنْتَ یَا ثَوْبَانُ اِذَا تَدَاعَتْ عَلَیْکُمُ الْاُمَمُ کَتَدَاعِیْکُمْ عَلٰی قَصْعَۃِ الطَّعَامِ تُصِیْبُوْنَ مِنْہُ ؟ قَالَ

ثَوْبَانُ بِأَبِيْ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا ؟ قَالَ: لَا ، أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ ، وَلٰكِنْ يُلْقٰى فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنُ ، قَالُوْا وَمَا الْوَهْنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : حُبُّكُمُ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَتُكُمْ لِلْقِتَالِ (مسند احمد ۔ ابوداؤد)۔

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپؐ نے حضرت ثوبانؓ (آنجنابؐ کے آزاد کردہ غلام) سے فرمایا : اے ثوبان ! تمہاری کیا حالت ہوگی اگر تم پر دوسری قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح تم کھانے کے برتن پہ لقمے لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہو ؟ ثوبانؓ نے عرض کیا : میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسولؐ ، کیا ہماری یہ حالت قلتِ تعداد کی وجہ سے ہوگی ؟ حضورؐ نے فرمایا : یہ بات نہیں ، بلکہ تعداد میں تو تم زیادہ ہو لیکن تمہارے دلوں کے اندر کمزوری ، بزدلی پڑ جائے گی ۔ دوسرے صحابہ نے دریافت فرمایا : یارسول اللہ ! "کمزوری" سے کیا مراد ہے ؟ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تمہارا دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جانا اور لڑائی سے جی چرانا یہ ہے کمزوری ۔

باب ۶

جہاد کی بیعت

- اسلام اور جہاد کی بیعت
- جنگ سے فرار نہ کرنے کی بیعت
- جان لڑا دینے کی بیعت
- معاہدۂ خداوندی
- بیعتِ رضوان

اسلام اور جہاد کی بیعت :

۶۳- عَنْ مُجَاشِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَا وَ اَخِيْ فَقُلْتُ بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ : مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِاَهْلِهَا قُلْتُ عَلَامَ تُبَايِعُنَا ؟ قَالَ : عَلَى الْاِسْلَامِ وَ الْجِهَادِ - (بخاری و مسلم)

ترجمہ : مجاشع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : میں اور میرا بھائی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے - میں نے عرض کیا : ہم سے ہجرت کی بیعت لے لیں - آپؐ نے فرمایا : ہجرت کا سلسلہ مہاجرین مکہ کے بعد ختم ہو گیا - میں نے عرض کیا : پھر کس چیز پر آپ ہم سے بیعت لیں گے ؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اب بیعت اسلام پر قائم رہنے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی لی جائے گی -

شروع شروع میں مسلمانوں پر ایک دور ایسا گزرا تھا کہ وہ طرح طرح سے ستائے جا رہے تھے - اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو ان مسلمانوں کو حکم

ہوا کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں ۔ چنانچہ جہاں جہاں مسلمان تھے وہ ہر تدبیر مدینہ کے دارالہجرت میں پہنچنا شروع ہو گئے ۔ اور صرف وہی پیچھے رہے جن میں اخلاص کی کمی تھی یا جو دشمنانِ اسلام کے نرغے میں تھے اور ان کو نکلنے کی کوئی راہ نہ ملتی تھی ۔ جب مکہ فتح ہوا تو اسلام کو اتنی طاقت نصیب ہو گئی کہ مسلمانوں کا یہ آزمائشی دور ختم ہو گیا اور اب ہجرت کی ضرورت باقی نہ رہی تھی ، بلکہ مسلمانوں کو اپنے اپنے قبائل اور بستیوں میں رہنے کی آزادی تھی ۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا ، لا ھجرۃ بعد الفتح (فتح کے بعد اب ہجرت کی ضرورت نہیں رہی) اس لیے آپ نے عارضی طور پہ حالات کے پیشِ نظر ہجرت کی بیعت بھی ختم کر دی ۔ لیکن اسلام سے وابستگی اور جہاد و قتال پر بیعت کا سلسلہ جاری رہا ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے اسلام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مسلمان رعایا سے ان دونوں چیزوں کے بارے میں بوقتِ ضرورت بیعت لیتے رہیں ۔ اسلام پر قائم رہنے کی بیعت کی تجدید تو اس وقت ہو جاتی ہے جب مسلمان اپنے خلیفہ کو انتخاب کرتے ہیں اور خلیفہ کی طرف سے اسلام پر قائم رہنے اور اسلامی احکام کو جاری و نافذ کرنے کا عہد ہوتا ہے اور مسلمانوں کی طرف سے خلیفہ کی اطاعت فی المعروف کا اعلان و اقرار ہوتا ہے ۔ اسی طرح جب دارالاسلام پر حملہ ہو جائے تو خلیفہ موقت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ پوری قوم کی طرف سے دارالاسلام کے تحفظ و مدافعت

کے لیے بیعت جہاد دے۔ اسی طرح قائد فوج بھی لشکر اسلام سے جہاد کی بیعت لے سکتا ہے۔ بلکہ یہ بیعت لینا کئی لحاظ سے ضروری ہے۔ اس سے فوج کے اندر وہ جذبہ تازہ ہو جاتا ہے جو صدر اسلام میں مسلمان مجاہدین کے اندر تھا۔ جہاد پر اسلام کی مکمل چھاپ لگ جاتی ہے جو ان احکام و قوانین کی تعمیل کا محرک ہوتی ہے جو شریعت اسلامی نے جنگ و جدال، صلح و قتال اور دار و گیر کے سلسلہ میں بیان فرمائے ہیں۔

جنگ سے فرار نہ کرنے کی بیعت :

۶۴۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ نُبَايِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَى الْمَوْتِ إِنَّمَا بَايَعْنَاهُ عَلَى اَنْ لَا نَفِرَّ (بخاری و مسلم و ترمذی)

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر حتماً جان دے دینے کی بیعت نہیں کرتے تھے بلکہ اس امر کی بیعت کرتے تھے کہ ہم میدان جنگ سے فرار نہیں کریں گے۔

جان لڑا دینے کی بیعت :

۶۵۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سُئِلَ عَلَى اَيِّ شَيْئٍ بَايَعْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ ؟ قَالَ : عَلَى الْمَوْتِ۔

(بخاری و مسلم و ترمذی)

ترجمہ: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حدیبیہ کے موقع پر آپ لوگوں نے کس چیز پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: ہماری بیعت یہ تھی کہ ہم جان لڑا دیں گے۔

حضرت جابرؓ اور حضرت سلمہؓ کی روایتوں میں تعارض نہیں ہے

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جس چیز پر بیعت کرتے تھے وہ یہ نہیں تھی کہ ہم لازماً جان دے دیں گے اور اگر جان نہیں دیں گے تو بیعت کا تقاضا پورا نہیں ہوگا۔ یہ بیعت تو خودکشی کا معاہدہ ہوا۔ بلکہ ہماری بیعت یہ تھی کہ ہم میدان جنگ سے پشت نہیں دکھائیں گے بلکہ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ اس کی خاطر اگر جان جاتی ہے تو جائے۔ اور یہ وہ مقصد ہے جس کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم عین ہنگامۂ کارزار میں صحابہؓ کو تلقین فرماتے رہے۔ ایک غزوہ کے موقع پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو کہاں جاؤں گا؟ آپؐ نے فرمایا: "جنت میں"۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کے لیے کھجوریں تھیں، وہ اس نے زمین پر پھینک دیں اور دشمن کی صفوں میں گھس گیا اور خوب قتال کیا حتیٰ کہ اس میں وہ خود بھی شہید ہو گیا۔ جنگ میں کبھی ایسا موقع بھی پیدا ہو جاتا کہ دشمن کے پاؤں اکھاڑنے کے لیے ایسے شہ بازوں کی ضرورت پیش آجاتی ہے جو مردانگی اور دلاوری کے غیر معمولی جوہر دکھائیں۔

چاہے حالات کا رُخ ان کے بچ نکلنے کا کم اور ان کے شہید ہو جانے کا زیادہ ساتھ دے رہا ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت اصولاً تو پہ، اور عام حالات میں حتی موت کے لیے نہیں ہوتی تھی بلکہ حتی ثبات کے لیے ہوتی تھی۔ حتی ثبات میں دونوں احتمال ہیں، کامیابی بھی، اور جان افشردگی بھی۔ حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بیعت لی وہ خاص حالات کی بنا پر لی۔ اور اُس میں ثبات کے دونوں انجاموں میں سے ایک انجام (یعنی جان افشردگی) کا پلڑا غالب تھا۔ اس لیے آپؐ نے صحابہ کے سامنے اسی پلڑے کو واضح کر کے رکھ دیا مگر اُس عاشقِ رسولؐ گروہ نے اس غالب احتمال کی بھی پروا نہیں کی اور بیعت کے لیے آپؐ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیے۔ اور اسی جذبے نے اللہ تعالیٰ سے یہ انعام حاصل کر لیا کہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین (ان اہلِ ایمان سے اللہ راضی ہو گیا)۔

معاہدۂ خداوندی :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

۴۲۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ تف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (التوبہ : ۱۱۱)

ترجمہ : بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے۔ توراۃ اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو۔ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

یہاں ایمان کے اس معاملے کو جو بندے اور خدا کے درمیان طے ہوتا ہے، بیع سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایمان ایک معاہدہ ہے جس کی رُو سے بندہ اپنا نفس اور اپنا مال خدا کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے، اور اس کے معاوضہ میں خدا کی طرف سے اس وعدے کو قبول کر لیتا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں وہ اسے جنت عطا کرے گا۔ اس معاہدے کو پورا کرنے والوں کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ جب امتحان کا وقت آجاتا ہے اور مالی اور جانی قربانی درکار ہوتی ہے۔ تو وہ بے دریغ اس فرض کو ادا کرتے ہیں۔ اور اپنے معاہدے کو عقیدۃً ہی نہیں بلکہ عملاً بھی پورا کر کے دکھاتے ہیں۔ مگر جو لوگ بوقتِ امتحان پیچھے رہ جاتے ہیں، خواہ تساہل کی بنا پر، خواہ اخلاص کی کمی کی وجہ سے، خواہ منافقت کی راہ سے، وہ اس وعدے کے مستحق

نہیں ہیں، الّا یہ کہ وہ توبہ کریں اور بعد کی آزمائشوں میں اس کی تلافی کریں۔ اس لیے کہ یہاں جس بیع کا ذکر کیا گیا ہے اُس کا تعلق ایمان سے ہے۔ اور اگر بیع کرنے والا شرائط بیع کو پورا نہیں کرتا تو وہ اپنے ایمان کو خطرے میں ڈال رہا ہے۔

بیعتِ رضوان :

۶۷۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ (الفتح : ۱۸ تا ۲۱)

ترجمہ : بلاشبہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے خوش ہو گیا، جب کہ وہ آپ (یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم) سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا، اور اللہ نے اُن کے اندر اطمینان پیدا کر دیا اور اُن کو تھوڑی ہی مدت بعد ایک فتح سے نواز دیا۔ اور بہت سے غنائم بھی یہ لے رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست، بڑا حکمت والا ہے۔ اللہ نے تم

سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جو تم کو ملیں گی، سرِ دست تم کو یہ دے دی ہے، اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے ہیں اور تاکہ یہ اہل ایمان کے لیے خدا کی قدرت کا نمونہ ہو اور تاکہ وہ تم کو سیدھے راستہ پر چلائے اور اَور غنیمتیں دیں جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے۔ اور وہ خدا ہی کی قدرت میں تھیں اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سنہ ھ میں بیت اللہ کی زیارت اور عمرے کی نیت سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ جب مقام عسفان میں پہنچے تو آپ کو بشیر بن سفیان نے خبر دی کہ آپ کی روانگی کا حال سُن کر قریش بڑی جمعیت سے نکلے ہیں اور انہوں نے عہد کیا ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ آپؐ ان پر غالب ہو کر مکے میں داخل ہوں۔ خالد بن ولید سواروں کا ایک دستہ لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ آپؐ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر فرمایا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں، یا تو جہاد کر کے ظفر اور غلبہ حاصل کریں، یا جان ہی دے دیں۔ چنانچہ آپؐ نے اصحاب کو حکم دیا کہ خدا کا نام لے کر چل دو۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے پاس جا کر اُترے۔ وہاں آپؐ کے پاس قریش کے کئی شخص یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ آپؐ اُن سے یہی فرماتے تھے کہ ہم تو صرف زیارت کعبہ کے لیے آئے ہیں۔ جنگ و جدال کے لیے نہیں آئے۔ وہ لوگ جو باتیں یہاں سُنتے تھے وہی وہاں جا کر کہہ دیتے تھے۔ آخر آپؐ نے اپنی طرف سے حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس یہ

پیغام دے کر بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں، خانۂ خدا کی زیارت کیلئے آئے ہیں۔ ابھی حضرت عثمانؓ واپس نہیں ہوئے تھے کہ یہ افواہ اڑ گئی کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ یہ خبر سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزم جنگ کرنا پڑا، اور اسی جانفروشی کے ارادے سے آپؐ نے مسلمانوں سے بیعت لی، جس کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ یعنی یہ وہ بیعت ہے جس کے سبب خدا اہل ایمان سے خوش ہو گیا تھا۔ یہ بیعت اس بات پر لی گئی تھی کہ مسلمان قریش سے لڑیں گے اور مرتے دم تک نہیں بھاگیں گے۔ اس کے صلے میں خدا نے مومنوں کے دلوں میں تسلی پیدا کی اور جلد خیبر کی فتح نصیب کی۔ جس میں بہت سی غنیمتیں ہاتھ آئیں۔ بیعت کے وقت جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اکثر روایات کے مطابق کیکر کے درخت اور بعض روایات کے مطابق بیری کے درخت کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔

باب ۷

مالی جہاد

- بُخل کا انجام
- کنز کی سزا
- انفاق کا اجر
- انفاق تقاضائے ایمان ہے
- زائد از ضرورت خرچ کرنے کا حکم
- انفاق کا سات سَو گنا اجر
- افضل ترین مالی قربانیاں
- جہاد اور مالی قربانی کا اجتماع
- آنحضور کا جذبہ انفاق
- انفاق، ترقی اور نجات کا ذریعہ ہے
- بُخل کی تباہ کاریاں

بخل کا انجام :

ارشاد باری ہے :

۶۸۔ هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِۦ ۚ وَٱللَّهُ ٱلْغَنِىُّ وَأَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا۟ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوٓا۟ أَمْثَٰلَكُم

(محمد : ۳۸)

ترجمہ : دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے تمہیں بلایا جاتا ہے تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں۔ اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درا صل اپنی ذات سے بخل کر رہا ہے۔ (اپنی ذات کو نقصان پہنچا رہا ہے) اور خدا بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ اور اگر تم (انفاق و راست روی سے) منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔

کنز کی سزا :

ارشاد باری ہے :

۶۹۔ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى
عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ
هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

(التوبہ : ۳۵)

ترجمہ : جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرکے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو اس روز کے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جب اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دھکائی جائے گی اور پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا ــــــ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

انفاق کا اجر :

ارشادِ باری ہے :

۷۰۔ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ
وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝ (التوبہ : ۱۲۱)

ترجمہ : یہ کبھی نہ ہوگا کہ وہ (راہِ خدا میں) تھوڑا یا بہت کوئی خرچ اٹھائیں اور (سعی جہاد میں) کوئی وادی وہ پار کریں اور ان کے حق میں اسے نہ لکھ لیا جائے تاکہ اللہ ان کے اس اچھے کارنامے کا

صلہ انہیں عطا کرے۔

ارشاد باری ہے:

۱۷۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ
إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (الانفال: ۶۰)

ترجمہ: اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کروگے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا۔

۲۷۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ
وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ: ۲۶۱)

ترجمہ: جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔ اس طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے) اور علیم بھی۔

۳۷۔ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهِ
إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۹۹)

ترجمہ: ہاں! وہ (انفاق فی سبیل اللہ) ضرور ان کے لیے تقرب کا ذریعہ ہے اور اللہ ضرور ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ یقیناً اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

انفاق تقاضائے ایمان ہے :

ارشاد باری ہے :

۷۴۔ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال : ۴۰)

ترجمہ : جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں، قصوروں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔

زائد از ضرورت خرچ کردو :

ارشاد باری ہے :

۷۵۔ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ

ترجمہ : وہ پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ اے نبی! فرما دیجیے : جو کچھ ضرورت سے زائد ہو اُسے خرچ کردو۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے احکام اور مصارف بیان کردیے ہیں زکوٰۃ ایک فریضہ ہے جو ہر صاحب استطاعت مسلمان کو سال میں ایک مرتبہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ لیکن صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ اگر حالات تقاضا کرتے ہوں تو گھر کا گھر اللہ کی راہ میں دیا جا سکتا ہے۔

انفاق کا سات سو گنا اجر :

۷۶۔ عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهٗ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ۔ (ترمذی۔ نسائی)

ترجمہ : خُریم بن فاتک بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص اللہ کی راہ میں اپنا کچھ مال خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے سات سو گنا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں قرآن کی اس آیت کا مضمون بیان کیا گیا ہے جو اوپر نمبر میں بیان ہو چکی ہے۔

۷۷۔ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ۔ (مسلم۔ نسائی۔ احمد)

ترجمہ : ابو مسعودؓ بدری بیان کرتے ہیں، ایک شخص آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نکیل دار اونٹنی لے کر آیا اور عرض کرنے لگا کہ یہ اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تجھے اس ایک نکیل دار اونٹنی کے عوض قیامت کے روز سات سو اونٹنیاں ملیں گی جو سب کی سب نکیل دار ہوں گی۔ (اونٹنی کے نکیل دار ہونے سے اشارہ یہ ہے کہ وہ بڑی تومند، کڑیل اور طاقت ور تھی)۔

افضل ترین مالی قربانیاں :

۸۷۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ : اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ مَنِیْحَۃُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ طَرُوْقَۃُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ (ترمذی)

ترجمہ : ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تمام صدقات سے افضل صدقہ یہ ہے : اللہ کی راہ میں سایہ کے لیے سائبان لگا دینا، یا اللہ کی راہ میں خدمتگار مہیا کر دینا یا اللہ کی راہ میں نوجوان اونٹنی پیش کر دینا۔

اس حدیث میں جہاد بالمال کی متعدد صورتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جہاد فنڈ میں نقد روپیہ دینا اور غازی کے لیے سروسامان مہیا کرنا جس طرح مالی جہاد ہے، اسی طرح اس حدیث کی رُو سے ذیل کی شکلیں بھی مالی جہاد میں شامل ہیں۔

مجاہدین کے راستوں میں جگہ جگہ سائے کا انتظام کیا جائے، ٹھنڈے پانی کی سبیلیں لگائی جائیں، اگر موسم گرمی کا ہو۔ اور اگر سردی ہو تو ان کے لیے گرمی حاصل کرنے کا انتظام کیا جائے، چائے اور دودھ کے اسٹال نصب کیے جائیں، خورد و نوش کی اشیاء اور گرم لباس مہیا کیے جائیں۔ وقفۂ استراحت گزارنے کے لیے مناسب سہولتیں فراہم کی جائیں۔

فوج کو خدمتگار مہیا کیے جائیں - ان خدمتگاروں کی مختلف قسمیں ہو سکتی ہیں - مثلاً مورچے کھودنے والے، راستے صاف کرنیوالے، کھانا پکانے والے، راشن سپلائی کرنے والے، دھوبی، درزی، قلی ڈاکٹر اور تیماردار بھی اسی فہرست میں شمار ہوتے ہیں - الغرض ہر وہ سپلائی جس سے مجاہدین کو تعاون حاصل ہو اور ان کو دشمن کی خبر لینے میں مدد اور تقویت حاصل ہو سکتی ہو اس پیش کش میں شامل ہیں -

سپاہی کو نوجوان اونٹنی پیش کرنا - نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اونٹ اور گھوڑے سب سے بہتر جنگی سواری سمجھے جاتے تھے - آپؐ نے اپنے دور کی بہترین جنگی سواری کو سب سے افضل ترین عطیہ قرار دیا اور جنگی سواری کی بھی وہ قسم معیّن فرمائی جو سواریوں میں سے عمر، جسم اور طاقت کے لحاظ سے اولیٰ تر تھی - یعنی طروقۃ فحل - اس سے مراد شباب سے بھرپور اونٹنی ہے جو سانڈ کی محتاج ہو چکی ہو - مطلب یہ ٹھیرا کہ مجاہد کے لیے ایسی مضبوط اور کارگر سواری فراہم کی جائے جس سے وہ اپنے دور کی کامیاب جنگ لڑ سکے - رسالتماب صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی رُو سے آج کل صاحب خیر اور کشادہ دست لوگ جہاد کے اندر اگر اپنا افضل ترین عطیہ پیش کرنا چاہیں تو وہ ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، جیپیں، ٹرک، ہوائی جہاز ہیں - کیا اچھا ہو کہ ایک ایک سرمایہ دار یا چند سرمایہ دار مل کر اپنے نام

کا ایک ٹینک یا ایک ہوائی جہاز یا ایک جیپ مجاہدین کو پیش کریں۔
یہ سواریاں باقاعدہ ان کے نام سے منسوب ہوں۔

جہاد اور مالی قربانی کا اجتماع :

۷۹۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَقَامَ فِيْ بَيْتِهٖ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَنْفَقَ فِيْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ : وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا : جس نے اللہ کی راہ میں اپنا مال بھیج دیا اور خود گھر میں بیٹھ رہا ہے تو اسے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا اجر ملے گا۔ لیکن جو بذاتِ خود اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا اور اس میں اپنا مال خرچ کیا تو اُسے ہر درہم کے عوض سات لاکھ درہم ملیں گے۔ اس کے بعد آنجنابؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی : وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ (اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے کئی کئی گنا اجر عطا کرتا ہے)۔

حضورؐ کا جذبۂ انفاق :

۸۰۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ أُحُدٌ عِنْدِي ذَهَبًا لَسَرَّنِي أَنْ أُنْفِقَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَنْ لَا يَأْتِيَ عَلَيَّ ثَلَاثَةٌ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِلَّا شَيْءٌ أَرْصُدُهُ فِي دَيْنٍ يَكُونُ عَلَيَّ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر احد کا پہاڑ بھی میرے لیے سونا بن جائے تو میری خوشی اس میں ہو گی کہ میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں اور تین راتیں بھی گزرنے نہ پائیں کہ اس میں سے ایک دینار یا ایک درہم بھی میرے پاس رہ جائے۔ سوائے اس کے کہ اگر میرے ذمہ کوئی قرض ہو۔ تو اسے ادا کرنے کے لیے کچھ بچا لوں۔

ابوالقاسم آنحضورؐ کی کنیت ہے۔ یہ وہ جذبۂ انفاق ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں پایا جاتا ہے۔ اسلام کے فروغ اور دنیا کے اندر مسلمانوں کی عزت و آبرو کا سکہ تب ہی قائم ہوا تھا کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں نہ مال دینے سے دریغ کیا اور نہ جان دینے سے۔

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرد اور قوم کی بربادی دو چیزوں میں ہے۔ ایک بخل میں جو مال کے انفاق کو روکتا ہے اور کنجوس سے کنجوس ضرورت کے وقت بھی کچھ خرچ کرنے کے لیے یا خاطر خواہ خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اور دوسری

بزدلی جو جان کی بازی لگا دینے میں حائل ہو جاتی ہے اور دشمن کو جری کر دیتی ہے۔

انفاق ترقی اور نجات کا موجب ہے:

۸۱- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْہِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُھُمَا، اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ، اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں۔ ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا رہتا ہے کہ اے اللہ جس نے تیری راہ میں خرچ کیا اُسے اچھا بدلہ عطا کر اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف کر۔

۸۲- عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: عدی بن حاتم سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ سے بچو، اگرچہ آدھی کھجور ہی کا صدقہ میسر ہو۔

صدقہ اور انفاق جس طرح دُنیا کے اندر انسان کی ترقی ونمو

کا موجب ہوتا ہے، اسی طرح قیامت کے روز بھی دوزخ کی آگ سے بچانے کا موجب ہوگا۔ صدقہ کا یہ تصور بھی صحیح نہیں ہے کہ اسے صرف وہی شخص دے سکتا ہے جو فراخ دست ہو، بلکہ ہر شخص کو اپنی استطاعت بھر صدقہ کرنا چاہیے۔ صدقہ کی ایک مقدار تو وہ ہے جو حضرت عثمانؓ کے عمل میں ملتی ہے۔ آپؓ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر پوری اسلامی فوج کو ساز و سامان سے لیس کر دیا تھا اور دربارِ رسالتؐ سے مُجَہِّزُ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ (جیش عسرت کو تیار کرنے والے) کا لقب پایا۔ اور دوسری صدقہ کی مقدار وہ ہے جو ایک انصاری نے دو ڈھائی سیر کھجوروں کی شکل میں غزوۂ تبوک کے موقع پر ہی پیش کی تھی۔ یہ کھجوریں انہیں رات بھر کنواں چلانے کی مزدوری میں ملی تھیں۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقے کے ڈھیر پر ان کھجوروں کو پھیلا دیا اور فرمایا یہ سب پر حاوی ہیں۔

بخل کی تباہ کاریاں :

۸۳۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰی اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ۔ (مسلم)

ترجمہ : حضرت جابرؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو، ظلم قیامت کے روز بہت تاریکیاں بن جائے گا۔ اور بخل سے بچو، بخل نے تم سے پہلی قوموں کو برباد کر دیا، اور ان کو اس بات پہ آمادہ کر دیا کہ وہ ناحق خون بہائیں اور محرمات کو حلال سمجھا لیں۔

ایک مرتبہ ظلم کا ارتکاب کرنے سے کئی شخصوں کے حقوق متاثر ہو جاتے ہیں۔ جو جو لوگ بھی ظالم کے ظلم سے متاثر ہوں گے وہ قیامت کے روز اپنا مطالبہ لے کر کھڑے ہوں گے۔ ہر شخص کا مطالبہ ظالم کے لیے سخت سزا کا مستوجب بن جائے گا۔ اس طرح ایک ہی مرتبہ کا ظلم کئی تاریکیوں اور سزاؤں کو دعوت دے گا۔ بخل قوموں کے زوال اور ان کے قصرِ عروج و تہذیب کو مسمار کر دینے والا ہے۔ ارشاد نبوی کے موجب اقوام ماضیہ میں سے جن کو بخل کا مرض لاحق ہوا وہ فتنہ و فساد کی نذر ہو گئی۔ انفاق سے تہذیبیں پروان چڑھتی ہیں۔ علوم و فنون کو ترقی ملتی ہے۔ انسانوں کی ترقی و عروج کے ادارے بڑے پُر رونق رہتے ہیں۔ قومی استحکام قائم رہتا ہے۔ حفاظت و دفاع کے قلعے آباد رہتے ہیں۔ توسیع اور پھیلاؤ کی امنگیں جواں رہتی ہیں۔ مگر جب فیاضی کے بجائے بخل اور انفاق کے بجائے امساک کی بیماری لگ جائے تو قوم کی بہار خزاں سے بدل جاتی ہے۔ گلستانِ تہذیب اُجڑ رہا ہوتا ہے مگر اُسے کوئی سیراب کرنے والا نہیں ملتا۔ زرپرستی دوسرے کے حقوق غصب کرنے کی ذہنیت پیدا کر دیتی ہے۔ حلال

حرام اور حق و ناحق کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ اور کشت و خون اور سلب و نہب کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

۸۴۔ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ ، اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فِیْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَمَّا نَصَرَ اللّٰهُ نَبِیَّهٗ وَ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ ، قُلْنَا هَلْ نُقِیْمُ فِیْ اَمْوَالِنَا وَ نُصْلِحُهَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ، وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ، فَالْاِلْقَاءُ بِاَیْدِیْنَا اِلَی التَّهْلُكَةِ اَنْ نُقِیْمَ فِیْ اَمْوَالِنَا وَ نُصْلِحَهَا وَ نَدَعَ الْجِهَادَ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب سے مروی ہے کہ "وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ" الخ کی آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کامیاب کر دیا اور اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا۔ تو ہم نے آنحضور سے درخواست کی کہ (چونکہ ہم جہاد سے فارغ ہو گئے ہیں) اس لیے کیا ہم اب اپنے کاروبار میں لگ جائیں اور اسے درست کریں؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو" ہمارا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا یہ تھا کہ ہم کاروبار میں منہمک ہو جائیں اور اسی کو فروغ دینے میں لگے رہیں اور جہاد ترک کر دیں۔

باب ۸

لِسانی جہاد

- جہاد پر اُبھارا جائے
- جہاد کے تین محاذ
- آنحضورؐ کا جہاد بالشِّعر
- جہاد بالشِّعر میں جبریلؑ کی تائید
- شعر پیکانِ تیر سے بھی زیادہ کارگر ہے
- شاعرِ رسولؐ کے جہاد کی نزاکتیں
- لِسانی جہاد کا ایک نمونہ
- میدانِ کارزار میں زبان کی خدمت
- اسلحہ کی نمائش کے ذریعہ ترغیبِ جہاد
- ماتحتوں کو ترغیب دینا

جہاد کی ترغیب دی جائے :

ارشاد باری ہے :

۸۵۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ۔

(الانفال : ۶۵)

ترجمہ : اے نبی! اہلِ ایمان کو جنگ پر اُبھارو۔

اس آیت سے ماقبل کی آیات میں تاکید کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دشمن کو خوفزدہ رکھنے کے لیے ہر ممکن حربی قوت فراہم کریں۔ اور گھوڑوں کی مستقل چوکیاں قائم کریں۔ اور پھر فرمایا گیا ہے کہ یہ قوت فراہم کرنے کے لیے مالی قربانی بڑھ چڑھ کر پیش کریں اس قربانی کا نفع انہیں ہی لوٹ کر ملے گا اور پورا پورا ملے گا۔ ان تیاریوں کی تکمیل کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ اہلِ ایمان کے اندر جہاد کی رُوح پھونکیں۔

پہلے ٹیکنیکل پوزیشن مضبوط کرنے اور سٹینڈنگ فورس مہیا کرنے کی طرف توجہ دلائی، پھر فنانشل پہلو کے مستحکم کرنے پر زور دیا، اور آخر میں قوم کے اندر جہاد کی رُوح پھونکنے کا حکم دیا۔ وہ اس طرح

سے کہ جہاد کے فوائد بتائے جائیں ، اہل ایمان کو اللہ کی تائید کی بشارت دی جائے ۔ بتایا جائے کہ صبر و ثبات کلید ظفر ہے ۔ اہلِ صبر و عزیمت کی کم تعداد بڑی بڑی دلاور سپاہ کے چھکے چھڑا سکتی ہے ۔ اخلاق و ایمان کا اسلحہ مادی اسباب کی کمی کی تلافی کر دیتا ہے ۔ جہاد کی یہ دعوت خود لِسانی جہاد ہے ۔

جہاد کے تین محاذ :

۸۶۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ، جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ ۔ (احمد ۔ ابوداؤد ۔ نسائی)

ترجمہ : حضرت انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مشرکین سے جہاد کرو ، اپنے مالوں سے ، اپنے ہاتھوں سے اور اپنی زبانوں سے ۔

اس حدیث میں جہاد کی تین قسموں پر زور دیا گیا ہے ۔ مالی جہاد ، جسمانی یا جانی جہاد اور لِسانی جہاد ۔ پہلی دونوں قسموں کی تاکید و فضیلت گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہے ۔

لمعات (حاشیہ مشکوٰۃ) میں ہے کہ لِسانی جہاد یہ ہے کہ زبان سے دشمن کو مرعوب کیا جائے ، اُسے مار ڈالنے ، گرفتار کر لینے ، اور تاخت و تاراج کر دینے کی دھمکیاں دی جائیں ، تند و تلخ الفاظ اس کے حق میں استعمال کیے جائیں ، سبّ و شتم کی بھی اجازت ہے ۔ دشمن کی رسوائی

وعزیمت کی اور مسلمانوں کی نصرت و فتح کی دعائیں مانگی جائیں مسلمان قوم کو اچھے پیرائے اور دلنشین اسلوب سے جہاد کے لیے ابھارا جائے۔ شعر و خطابت اس کام کے بہترین ہتھیار ہیں۔

آنحضورؐ کا شعر سے جہاد :

۸۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ : کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْہِ یُفَاخِرُ، اَوْ یُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَکَانَ یَقُوْلُ : اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ حَسَّانًا بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ، اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، بیان کرتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد کے اندر منبر رکھواتے تھے۔ حضرت حسّان اُس پر کھڑے ہو کر اشعار پڑھتے اور مشرکین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری ثابت کرتے اور مشرکین کی چوٹوں کا جواب دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ کی اس کوشش کو سراہتے ہوئے فرمایا کرتے تھے : حسان جب تک اللہ کے رسولؐ کا دفاع کرتے رہتے ہیں اور ان کی برتری ثابت کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ روح القدس (جبریلؑ) کے ذریعہ سے ان کی مدد کرتا رہتا ہے۔

حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر کہلاتے تھے - آپ کی کنیت ابوالولید ہے، انصار کے قبیلۂ خزرج میں سے تھے - کبار شعراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے - ابوعبیدہ کہتے ہیں یہ عربوں نے بالاتفاق آپ کو اہلِ مَدَر (آبادیوں میں رہنے والوں) کا امیرالشعراء تسلیم کیا ہے - صاحبِ دیوان شاعر ہیں - ایک سو بیس سال کی عمر پائی - ۶۰ سال جاہلیت میں گزرے اور ساٹھ سال اسلام میں - حضرت علیؓ کی خلافت میں آپ کا انتقال ہوا -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رجزیہ قصائد کی بڑی قدر فرماتے تھے - مشرکین میں سے جب کسی نے آپؐ کی شانِ اقدس میں ہجو کہی، آپؐ نے حضرت حسّانؓ سے اس کا جواب کہلوایا ہے - ان کے قصائد نے مشرکین کی ہوا خیزی میں بڑے بڑے جنگجو بہادروں سے بڑھ کر کام کیا ہے - اس محاذ پر جن صحابہ نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں اُن میں حسّان بن ثابت اور عبداللہ بن رواحہ سرفہرست ہیں -

شعری جہاد میں جبریلؑ کی تائید :

۸۸ - عَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ : اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ (بخاری - مسلم)

ترجمہ : براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ کی جنگ کے موقع پر حضرت حسّان بن ثابت سے فرمایا تھا:

مشرکین کی ہجو کہو، اس وقت جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔

شعر بیکانِ تیر سے زیادہ کارگر ہے :

۸۹۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ فِیْ عُمْرَۃِ الْقَضَاءِ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ یَمْشِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَھُوَ یَقُوْلُ :

خَلُّوْا بَنِیْ الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ

اَلْیَوْمَ نَضْرِبُکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ

ضَرْبًا یُزِیْلُ الْھَامَ عَنْ مَقِیْلِہٖ

وَیُذْھِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِہٖ

فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ : بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَفِیْ حَرَمِ اللّٰہِ تَقُوْلُ الشِّعْرَ، فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : خَلِّ عَنْہُ یَا عُمَرُ، فَلَھِیَ اَسْرَعُ فِیْھِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ۔

(ترمذی و نسائی)

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے : نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لیے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ عبداللہ بن رواحہ آپؐ کے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے :

کفار کے بچو! رسولؐ کے راستے سے ہٹ جاؤ

آج یہاں اس ہستی کے ورود کی خاطر تمہیں اڑا دیں گے

ایسی ضرب لگائیں گے کہ گردن کو تن سے جُدا کر دے

اور یار کو اپنے یار سے بھُلا دے

یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور حریم خداوندی میں بھی تم شعر گوئی سے باز نہیں رہے۔ مگر حضورؐ نے فرمایا: عمر! ان سے تعرض نہ کرو، ان کے شعر دشمن کے دلوں میں تیر کی پیکان سے بھی زیادہ گہرا گھاؤ لگاتے ہیں۔

شاعرِ رسولؐ کے جہاد کی نزاکتیں:

۱۰۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هِجَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَكَيْفَ بِنَسَبِيْ؟ فَقَالَ: لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ حسان نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت مانگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے نسب کو کیسے بچاؤ گے؟" حسان نے کہا: میں آپؐ کو مشرکین کے اندر سے اس طرح چن لوں گا جس طرح آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔

(مسلم نے اپنی دوسری روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے:)

فَقَالَ:

وَإِنَّ سَنَامَ الْمَجْدِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
بَنُوْ بِنْتِ مَخْزُوْمٍ وَ وَالِدُكَ الْعَبْدُ

مسلم کی روایت کے مطابق ۔ حضرت حسان نے مشرکین کی ہجو کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کو اس سے یوں مستثنیٰ کر لیا :

آل ہاشم میں سے بزرگی و شرافت کا مینار بنت مخزوم
کی اولاد اور آپؐ کے والد عبداللہ ہیں ۔

اس شعر میں حضرت حسانؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کو، جو خاندان بنو ہاشم کی شاخ مخزوم میں سے تھیں، اور آپؐ کے والد حضرت عبداللہ کو لطیف انداز سے ان ہجویہ حملوں سے مستثنیٰ کر لیا ہے جو انہوں نے قریش کے مشرکین پر کیے ہیں ۔

لسانی جہاد سے دل کو ٹھنڈک ملتی ہے :

۹۱ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : هَجَاهُمْ، يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى، قال حسان رضی الله عنه

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ حسان نے مشرکین کی ہجو کا جواب دے کر اپنا بھی دل ٹھنڈا کیا اور میرا بھی ۔

لسانی جہاد کا ایک نمونہ :

حسانؓ کے کلام کا نمونہ یہ ہے :

۱- هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَاكَ الْجَزَاءُ

۲- هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا تَقِيًّا
رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

۳- اَتَهْجُوْهُ وَ لَسْتَ لَهُ بِكُفْءٍ
فَشَرُّ كُمَا لِخَيْرِ كُمَا الْفِدَاءُ

۴- فَاِنَّ اَبِیْ وَ وَالِدَهٗ وَ عِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

۱- اے بتوں کی پوجا کرنے والے ! تو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی اور میں نے اس کا جواب دیا۔ اللہ کے ہاں سے اس خدمت پہ اجر کا امیدوار ہوں۔

۲- تو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی گستاخی کی ہے، جو نیکوکار اور خدا ترس ہیں، اللہ کے پیغمبر ہیں، اور جن کی خصلت وفاداری ہے۔

۳- کیا تو ایسی مبارک ہستی کی ہجو میں زبان درازی کرتا ہے۔ حالانکہ تو کسی لحاظ سے ان کے برابر نہیں ہے۔ تمہارے دونوں قبیلوں (بنو ہاشم و بنو اُمیہ) کا بدترین شخص تمہارے بہترین کا فدیہ ٹھیرتا ہے اور جب تمہارے بہترین کی یہ قیمت ہے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایسی بالا و برتر

ذات کا ہم پلّہ کون ہو سکتا ہے)۔

۴۔ میرے باپ اور دادا اور میری عزّت و آبرو تمہارے مقابلے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عزّت کے لیے ڈھال ہیں۔

طویل قصیدہ کے چند اشعار اُس ہجو کا جواب ہیں جو مشرکین کے شعراء کی طرف سے کہی گئی تھی۔ شعر کے معرکے جس طرح دشمن کی ہجو اور ہوا خیزی کے لیے ہوتے تھے، اسی طرح مفاخرت اور حضورؐ کی برتری کے موضوع پر بھی ہوتے تھے۔ بنو تمیم کا وفد جب دربار نبویؐ میں حاضر ہوا تھا تو وہ اپنے ساتھ اپنے نامور شاعر زبرقان بن بدر اور اپنے نامور خطیب عطارد کو ساتھ لایا تھا۔ چنانچہ عطارد نے پہلے بنو تمیم کے قابلِ فخر کارناموں پر تقریر کی۔ حضورؐ نے حضرت ثابت بن قیس کو جواب دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت ثابت بن قیس نے جوابی خطبہ دیا۔ اس کے بعد وفد نے اپنے شاعر کو یعنی زبرقان بن بدر کو کھڑا کیا۔ انہوں نے بنو تمیم کی مدح میں طویل قصیدہ پڑھا۔ حضرت حسّان نے آنحضورؐ کے ارشاد میں فی البدیہہ جوابی قصیدہ کہا، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار کے فضائل بیان کیے۔ دونوں فریقوں کے خطیبوں اور شاعروں نے طرزِ ادا اور اسلوب بیان میں خوب جولانیاں دکھائیں۔ مگر بنو تمیم کے وفد کا سربراہ اقرع بن حابس پکار اُٹھا کہ :

لخطیبہ اخطب من خطیبنا و لشاعرہ اشعر من

شاعرنا و لا صواتھم احلی من اصواتنا (آنحضورؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ کامیاب اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ قادرالکلام اور ان کی آواز ہماری آواز سے زیادہ شیریں اور دلنشیں ہے)۔

جب یہ معرکۂ مفاخرت ختم ہوا تو وفد نے اسلام کا اعلان کر دیا۔

میدانِ کارزار میں زبان کی خدمت :

۹۲۔ عَنْ یَحْیَ بْنِ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَغَّبَ فِی الْجِھَادِ وَ ذَکَرَ الْجَنَّۃَ، وَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ یَاْکُلُ تَمَرَاتٍ فِیْ یَدِہٖ۔ فَقَالَ: اِنِّیْ لَحَرِیْصٌ عَلَی الدُّنْیَا اِنْ جَلَسْتُ حَتّٰی اَفْرُغَ مِنْھُنَّ فَرَمٰی مَا فِیْ یَدِہٖ وَحَمَلَ بِسَیْفِہٖ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ۔ (مالک)

ترجمہ: یحیٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جہاد کی ترغیب دی اور جنت کا ذکر فرمایا۔ ایک انصاری جو ہاتھ میں کھجوریں لیے ہوئے تھے اور کھا رہے تھے کہنے لگے: اگر میں کھجوروں سے فراغت پانے کے لیے بیٹھ رہا تو اس میں دنیا کا لالچ ہے۔ چنانچہ انہوں نے ہاتھ کی تمام کھجوریں پھینک دیں اور تلوار سونت لی اور معرکۂ کارزار میں اتر گئے اور بالآخر شہید ہو گئے۔

معرکۂ کارزار گرم تھا کہ حالات کا رُخ دیکھ کر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے مجاہدین کو سربازی اور جاں افشردگی پر اُکسایا۔ جنّت کا ذکر فرمایا۔ شہید کے درجات اور انعامات خداوندی بیان فرمائے۔ دلوں میں آتشِ شوق بھڑک اُٹھی اور جذبہ فدائیت اُبل پڑا۔ یہاں تک کہ اربابِ وفا کے لیے فانی زندگی کے چند لمحات بھی بوجھل ہو گئے۔ جذب و شوق کی ایسی ہی مثالوں نے اسلام کو ابدی زندگی بخشی اور ملّت محمدؐی اکناف عالم میں پھیل گئی، اور دنیا کی قاصر و جابر سلطنتوں کی بنیادیں ہل گئیں۔ چند جانوں کی قربانی انسانیت کے فروغ اور خداپرستی کے تفوق کا موجب بن گئیں:

چھٹیں جو چند ڈالیاں تو ہو نخلِ تاک کی
کٹیں جو چند گردنیں تو قوم کی ہو زندگی
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکات ہے
حیات بھی حیات ہے موت بھی حیات ہے

۹۳۔ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَرَجَ مَرْحَبُ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ حِصْنِهِمْ قَدْ جَمَعَ سِلَاحَهُ يَرْتَجِزُ وَهُوَ يَقُوْلُ:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
اَطْعَنُ اَحْيَانًا وَحِيْنًا اَضْرِبُ
اِذَا اللُّيُوْثُ اَقْبَلَتْ تَحَرَّبُ

فَاَجَابَهُ کَعْبُ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ :

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ کَعْبُ
وَاَنَّنِیْ مَتٰی تُشَبُّ الْحَرْبُ
مَاضٍ عَلَی الْهَوْلِ جَرِیْءٌ صُلْبُ
مَعِیْ حُسَامٌ کَالْعَقِیْقِ عَضْبُ

(سیرت ابن ہشام)

ترجمہ : جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں : غزوہ خیبر کے موقع پر جب مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تو مشہور یہودی پہلوان مرحب قلعہ سے نکلا اور پورے اسلحہ سے مسلح ہو کر یہ رجز پڑھتا ہوا آیا :

خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں
کارگر اسلحہ سے لیس، جوانمرد، جنگ آزما۔
کبھی میں نیزوں سے کچوکے دیتا ہوں اور کبھی
تلوار کی ضرب لگاتا ہوں۔
اور شیر جب آگے بڑھتے ہیں تو جوش سے دھاڑا
کرتے ہیں۔

حضرت کعبؓ بن مالک نے اس رجز کے جواب میں کہا :

خیبر کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں کعب ہوں
جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں تو
خطرات میں کود جاتا ہوں۔

میں جگر رکھتا ہوں، میں فولاد ہوں،

میرے پاس شعاع برق جیسی سرکش تلوار ہے۔

جب کعب بن مالک جواب دے چکے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون اس ملعون کا کام کرے گا؟ محمد بن مسلمہ انصاری آگے بڑھے اور فرمانے لگے: یہ ظالم میرے بھائی کا قاتل ہے میں اس کی گردن اڑاتا ہوں۔ آنحضورؐ نے فرمایا: جاؤ، خدا تمہاری مدد کرے۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے دو چار واروں کے اندر اسے جہنم رسید کردیا۔

اسلحہ کی نمائش کے ذریعہ ترغیب:

۴۹۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْدَاسٍ قَالَ: اَتَیْتُ الشَّامَ اٰتِیَةً فَاِذَا رَجُلٌ غَلِیْظُ الشَّفَتَیْنِ ــــ اَوْ قَالَ ضَخْمُ الشَّفَتَیْنِ وَالْاَنْفِ ــــ اِذَا بِهٖ بَیْنَ یَدَیْهِ سِلَاحٌ نَسَاَلُوْهُ وَ هُوَ یَقُوْلُ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ خُذُوْا مِنْ هٰذَا السِّلَاحِ وَاسْتَصْلِحُوْهُ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا، بِلَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ (بخاری۔ تاریخ الکبیر۔ مسند احمد)

ترجمہ: عمرو بن مرداس بیان کرتے ہیں: میں شام گیا، وہاں میں نے ایک صاحب دیکھے جن کے دونوں ہونٹ موٹے تھے ــــ (راوی کو شبہ ہے کہ عمرو بن مرداس نے صرف ہونٹوں کی موٹائی کا ذکر کیا ہے یا ناک کی موٹائی بھی بتائی تھی) ــــ انھوں نے اپنے آگے

اسلحہ کا ڈھیر لگا رکھا تھا۔ لوگوں نے اُن سے پوچھ گچھ شروع کی۔ تو وہ کہنے لگے، اے لوگو! اس طرح کا اسلحہ لو، اسے کارآمد بناؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکل پڑو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی تاکید فرمائی ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا، یہ کون بزرگ ہیں؟ انہوں نے بتایا، یہ بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب اور فوجی تربیت کی دعوت دینے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ اسلحہ کو پاس رکھ کر لوگوں کو ذوق جنگجوئی اور جذبۂ شمشیر زنی کو ہوا دی۔ یہ طریقہ بڑا مؤثر اور عملی تعلیم کا ہے۔ یہ تو ایک فرد کی کوشش ہے۔ لیکن اگر اجتماعی طور پر ایسے پُرکشش وسائل اختیار کیے جائیں جو مرد کو جنگ اور اُس کے ہتھیاروں سے مانوس کریں اور ان کی محبت دل میں اُتار سکیں تو اس سے قوم کے بیشتر حصّے کو مجاہدین کی جماعتوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اور بوقت ضرورت ان کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ نوجوانوں کو جہاد و قتال کی دعوت دینے والا خود بھی جنگ آزما اور اسلحہ آشنا ہو۔۔۔ گفتار کے غازی کی بات وہ اثر پیدا نہیں کر سکتی جو کردار کا غازی پیدا کر سکتا ہے۔

ماتحتوں کو ترغیب دینا :

۹۵- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ مُکَاتَبًا لَهَا دَخَلَ عَلَیْهَا بِبَقِیَّةِ مُکَاتَبَتِهِ فَقَالَتْ لَهُ : اَنْتَ غَیْرُ دَاخِلٍ عَلَیَّ غَیْرَ مَرَّتِكَ هٰذِهٖ فَعَلَیْكَ بِالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : مَا خَالَطَ قَلْبُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ رَهَجٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ النَّارَ -

(مسند احمد)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اُن کا ایک مکاتب غلام تھا۔ وہ ان کے پاس اپنی مکاتبت کی بقیہ رقم لے کر آیا آپ نے اسے فرمایا : آیندہ تو میرے پاس نہ آنا، تو اللہ کی راہ میں جہاد کر، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے : جس مسلمان کے دل میں راہِ خدا کا غبار داخل ہو گیا اُس پر اللہ دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔

اپنے نوکروں چاکروں اور زیرِ کفالت افراد کو جہاد کی ترغیب دینا اور ان کے لیے جہاد میں شمولیت کے لیے سہولت فراہم کرنا بھی جہاد ہے۔ عورتوں پر قتال فرض نہیں ہے، لہٰذا وہ دوسرے

طریقوں سے جہاد میں حصّہ لے سکتی ہیں۔ مثلاً اپنے خرچ سے رضا کار تیار کرنا اور پھر انہیں عند الطلب اپنے خرچ پر محاذوں پر بھیجنا۔ حضورؐ نے فرمایا: اپنے خرچ پر دوسرے شخص کو جہاد پر بھیجنے والا دُہرا اجر حاصل کرے گا۔ ایک اپنے انفاق کا اجر، اور دوسرے جہاد کرنے والے کے جہاد کا اجر۔ خود جہاد کرنے والا بھی اپنی نیک نیتی کے سبب جہاد کا اجر پائے گا۔

وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

باب ۹

غازی سے تعاون

- غازی کے اہل وعیال کی نگرانی
- غازی کے لیے وسائل کی فراہمی
- غازی کی رشتہ دار خواتین کا احترام

غازی کے اہل وعیال کی نگرانی :

۹۶۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا ، وَ مَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ أَهْلِهٖ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا ۔ (بخاری۔مسلم۔ابوداؤد۔ترمذی۔نسائی)

ترجمہ : زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے غازی کو ساز و سامان مہیا کیا وہ بھی غازی ہے۔ اور جو غازی کے پیچھے اس کے اہل وعیال کے لیے اچھا جانشین بنا وہ بھی غازی ہے۔

غازی کے لیے وسائل کی فراہمی :

۹۷۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ : مَنْ أَظَلَّ رَأْسَ غَازٍ أَظَلَّهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا حَتّٰى يَسْتَقِلَّ كَانَ لَهٗ مِثْلُ أَجْرِهٖ حَتّٰى يَمُوْتَ ، قَالَ ، قَالَ : يُوْنُسُ حَتّٰى يَرْجِعَ ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: عمرؓ بن خطاب بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا، جس نے کسی غازی کے سر پر سایہ کیا اللہ تعالے قیامت کے روز اس پر سایہ کرے گا۔ اور جس نے غازی کو اتنا سامان مہیا کر دہ بے نیاز ہو گیا تو اُسے غازی کے برابر ہی اس وقت تک اجر ملتا رہیگا جب تک غازی شہید نہ ہو جائے۔ اور بروایت یونس، جب تک وہ گھر واپس نہ آجائے۔

۹۸۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا اِلٰی بَنِیْ لِحْیَانَ لِیَخْرُجْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ رَجُلًا ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ اَیُّکُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ بِخَیْرٍ کَانَ لَہٗ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ۔ (مسلم۔ ابو داؤد)

ترجمہ: ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی قبیلہ بنو لحیان کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ قبیلے کے ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی جہاد کے لیے نکلے، اور گھر میں بیٹھ رہنے والے کے بارے میں فرمایا: کہ تم میں سے جو کوئی نکلنے والے کے اہل وعیال کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے گا اُسے نکلنے والے کے آدھے اجر کے برابر ثواب ملے گا۔

اوپر کی روایت میں پورے اجر کی بشارت ہے اور اس میں نصف اجر کی۔ اگر غازی نے اپنا سامان خود مہیّا نہیں کیا تو اُسے غازی

کا اجر ملے گا۔ لیکن اگر وہ اپنا سامان بھی خود تیار کرتا ہے تو اُسے دوہرا اجر ملے گا۔ پہلے غازی کے اہل وعیال کا نگران اُسی کے برابر اجر پائے گا اور دوسرے غازی کے اہل وعیال کا نگران نصف اجر، دونوں صورتوں میں نگران کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوتی۔ (شوکانی)

غازی کی رشتہ دار خواتین کا احترام :

۹۹۔ عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِي أَهْلِهِ فَيَخُوْنُهُ فِيْهِمْ إِلَّا وُقِفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهِ مَا شَاءَ فَمَا ظَنُّكُمْ۔ (مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی)

ترجمہ : بریدہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا : مجاہدین کی عورتوں کی حرمت قاعدین (یعنی گھروں میں بیٹھ رہنے والوں) کے لیے اُتنی ہے جتنی اُن کی اپنی ماؤں کی حرمت ہے۔ جہاد پر نہ نکلنے والوں میں سے اگر کوئی شخص کسی مجاہد کے اہل وعیال کا رکھوالا بنتا ہے اور پھر وہ ان کے معاملے میں خیانت کا ارتکاب کرتا ہے (یعنی مجاہد کی خواتین کی عصمت سے تعرض کرتا ہے) تو اُسے قیامت کے روز خدا کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کے اعمال میں سے جو چاہے گا لے گا۔ پس تمہارا کیا خیال ہے؟ (کہ خائن

کے پیچھے کیا رہ جائے گا اور وہ کس سزا کا مستحق ہوگا)۔

جہاد کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ مجاہدین کے اعزہ و اقارب کی دیکھ بھال کی جائے۔ بچوں کی تعلیم اور بڑوں کے روزگار کا انتظام کیا جائے۔ عورتوں کی عصمت کی حفاظت کی جائے۔ تاکہ مجاہد یکسوئی کے ساتھ اپنا فرض انجام دے سکے۔ اور اسے یہ اطمینان ہو کہ اگر اس کے اہل وعیال ایک سرپرست سے محروم ہوئے ہیں تو اس کے بجائے اُن کے سینکڑوں بھائی اُن کی مخلصانہ سرپرستی اور حفاظت کرنیوالے موجود ہیں۔ جو لوگ مجاہدین کے اہل وعیال کی مخلصانہ خدمت کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو بھی غازیوں میں شمار کرے گا۔ مگر ایسے موقع پر مجاہدین کے ساتھ خیانت کرنے والا اور ان کی عصمت پر ہاتھ ڈالنے والا قیامت کے روز خسران مبین سے دوچار ہوگا۔ عصمت دری بجائے خود گناہِ عظیم ہے۔ مگر مجاہد کی خواتین کے ساتھ یہ شرمناک رویّہ کئی گنا ہوں کا باعث ہے۔ ایک بدکاری کا بجائے خود گناہ کبیرہ ہونا، دوسرا، امانت میں خیانت، اور تیسرا لوگوں کو جہاد سے روکنا۔ کیونکہ اگر مجاہدین کو اپنے اہل وعیال کے بارے میں تحفظ کا اطمینان نہ ہو تو وہ جہاد سے بددل ہوں گے۔ اسی لیے ایسا شخص قیامت کے روز اپنے تمام اعمال کی پونجی سے محروم ہوگا۔ اور اس کے بعد اسے جس سزا کا مستحق ٹھیرایا جائے گا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم خود ہی سوچ لو کہ کیا سزا ملے گی؟

باب ۱۰

خواتین کا جہاد

- جہاد میں خواتین کی مختلف خدمات
- اپنی حفاظت آپ

جہاد میں خواتین کی مختلف خدمات :

۱۰۰۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ اِنْھَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ لَقَدْ رَاَیْتُ عَائِشَۃَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ اُمَّ سُلَیْمٍ وَ اِنَّھُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰی سُوْقِھِمَا تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلٰی مُتُوْنِھِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِھَا فِیْ اَفْوَاہِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِھَا ثُمَّ تَجِیْئَانِ فَتُفْرِغَانِھَا فِیْ اَفْوَاہِ الْقَوْمِ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : احد کی جنگ کے موقع پر جب مجاہدین اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ گئے تو میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ اور اُمّ سُلَیم کو دیکھا کہ انہوں نے پائنچے اٹھا رکھے تھے اور ان کی پنڈلیوں کا نچلا حصہ نظر آرہا تھا ، اور وہ اپنی پیٹھ پر پانی کے مشکیزے لاد لاد کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں ، اور مشکیزے خالی ہو جاتے تھے تو دوبارہ بھر کر لاتی تھیں اور پلاتی جاتی تھیں ۔

۱۰۱- عَنْ اَنَسٍ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِاُمِّ سُلَيْمٍ وَ نِسْوَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ مَعَهٗ فَيَسْقِيْنَ الْمَاءَ وَ يُدَاوِيْنَ الْجَرْحٰى - (مسلم - ابوداؤد - ترمذی)

ترجمہ : حضرت انسؓ ہی بیان کرتے ہیں ، کہ امّ سُلیم اور انصار کی دوسری چند خواتین اکثر لڑائیوں میں حضورؐ کے ساتھ گئی ہیں - یہ مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں -

۱۰۲- عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَ نَخْدِمُهُمْ وَ نَرُدُّ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى اِلَى الْمَدِيْنَةِ - (بخاری - احمد)

ترجمہ : ربیّع بنت معوّذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم (جنگ احد میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک جنگ تھیں اور ہمارا کام یہ تھا کہ ہم پیاسوں کو پانی پلاتی تھیں ، اور ان کی خدمت کرتی تھیں اور زخمیوں کو اور مقتولوں کو مدینہ اٹھا اٹھا کر لاتی تھیں -

۱۰۳- عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ اَخْلُفُهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ فَاَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَ اُدَاوِي الْجَرْحٰى وَ اَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى - (مسلم)

ترجمہ : امّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ سات لڑائیوں میں شریک ہوئی ہوں۔ میں کیمپ کی حفاظت کرتی تھی۔ سپاہیوں کے لیے کھانا پکاتی تھی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی۔

اپنی حفاظت آپ :

۱۰۴۔ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اتَّخَذَتْ خَنْجَرًا یَوْمَ حُنَیْنٍ فَقَالَتْ اتَّخَذْتُهٗ اِنْ دَنَا مِنِّیْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ بَقَرْتُ بَطْنَهٗ (مسلم)

ترجمہ : حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے جنگ حنین میں ایک خنجر ہاتھ میں لیے پھر رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا : یہ کس لیے ہے؟ کہنے لگیں : اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا۔ تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔

۱۰۵۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَغْزُوْ بِالنِّسَاءِ، فَیُدَاوِیْنَ الْجَرْحٰی وَ یُحْذَیْنَ مِنَ الْغَنِیْمَةِ وَ اَمَّا بِسَهْمٍ فَلَمْ یَضْرِبْ لَهُنَّ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ : ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ عورتیں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں نکلتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں ان کو غنیمت کے مال سے بطور انعام کچھ مل جاتا تھا۔ غنیمت میں ان کا حصہ مقرر نہیں تھا۔

۱۰۶۔ عَنِ امْرَاَةٍ مِنْ بَنِیْ غِفَارٍ قَالَتْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ مِنْ بَنِيْ غِفَارٍ فَقُلْنَا لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ مَعَكَ اِلٰى وَجْهِكَ هٰذَا ــ وَهُوَ يَسِيْرُ اِلٰى خَيْبَرَ ــ فَنُدَاوِي الْجَرْحٰى وَ نُعِيْنُ الْمُسْلِمِيْنَ بِمَا اسْتَطَعْنَا فَقَالَ : عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ ۔ (مسند احمد)

ترجمہ : قبیلہ بنی غفار کی ایک خاتون بیان کرتی ہیں کہ میں قبیلہ بنی غفار کی چند خواتین کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی ہم نے کہا : یا رسول اللہ! آپؐ خیبر کی جنگ میں تشریف لے جا رہے ہیں ہم آپؐ کے ساتھ جانا چاہتی ہیں ۔ ہم مجروحین کی مرہم پٹی کریں گی ۔ اور اپنی ہمت کے مطابق مسلمان لشکریوں کا ہاتھ بٹائیں گی ۔ آپؐ نے فرمایا : اللہ کا نام لے کر چلتی رہو ۔

اوپر کی سات روایات سے ثابت ہوا کہ خواتین بھی جہاد میں حصہ لیتی تھیں ۔ اور جنگ نہیں لڑتی تھیں بلکہ جنگی خدمات انجام دیتی تھیں ۔ مثلاً زخمیوں کی مرہم پٹی ، بیماروں کی تیمارداری ، کیمپوں کی حفاظت ، مجاہدین کے لیے کھانا تیار کرنا ، پیاسوں کو پانی پلانا ، اور لشکر اسلام کی ایسی ہی دوسری خدمات بجا لانا جس سے مجاہدین کو جنگی تعاون حاصل ہوتا ۔ آنحضورؐ کے ساتھ جو عورتیں جہاد میں جاتی تھیں بالعموم ان کے خاوند بھی جنگ میں شریک ہوتے تھے ۔ اگرچہ جنگ میں عورت کے لیے پردے کی وہ شدید پابندیاں نہیں ہیں جو عام حالات میں ہیں ۔

تاہم خواتین کو ایسا لباس پہننا چاہیے جس سے تگ و دو میں رکاوٹ بھی نہ پیدا ہو اور عریاں بھی نہ ہو۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے غنائم میں عورت کا حصہ نہیں رکھا۔ بلکہ جو خواتین جنگ میں آپؐ کے ساتھ جاتی تھیں اُن کو آپؐ انعام کے طور پر مجموعی اموال میں سے کچھ عنایت فرما دیتے تھے۔ یہ اس لیے ہے کہ غنیمت اہل قتال کا حق ہے خواہ وہ عملاً دشمن سے لڑ رہے ہوں یا کوئی اور جنگی فرض انجام دے رہے ہوں۔ عورت کو آپؐ نے اہلِ قتال میں شامل نہیں فرمایا۔ کیونکہ جہاد اُس پر فرض نہیں ہے۔ اس لیے اُسے مالِ غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ بھی نہیں دیا۔

عورت سے مصافی خدمات لینا اور انہیں باقاعدہ فوجوں میں بھرتی کرنا اسلام کی پالیسی سے خارج ہے۔ البتہ وہ اپنی جان اور آبرو کی حفاظت کے لیے ہتھیار اُٹھا سکتی ہیں اور اپنی حفاظت آپؐ کی بنیاد پر وہ اسلحہ کے استعمال کا طریقہ بھی سیکھ سکتی ہیں۔

باب ۱۱

شہادت اور شہید

- شہادت مغفرت و رحمت ہے
- شہید کی ابدی زندگی
- بار بار شہید ہونے کی تمنّا
- سب سے پہلا جنتی
- صلۂ شہید
- راہِ خدا میں بہنے والا قطرۂ خون
- شہداء کے چار درجے
- ثابت قدمی کا درجہ
- افضل ترین شہید
- شہداء نبی کے بھائی ہیں
- مقتولین کی تین قسمیں
- شہادت موت بے اذیّت ہے

شہادت مغفرت و رحمت ہے :

ارشاد باری ہے :

۱۰۷- وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ
مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (آل عمران : ۱۵۷)

ترجمہ : اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی جو بخشش اور رحمت تمہارے حصہ میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔

شہید کی ابدی زندگی :

ارشاد باری ہے :

۱۰۸- وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ : ۱۵۴)

ترجمہ : اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

۱۰۹- وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا
بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (آل عمران ، ۱۷۰-۱۷۱)

ترجمہ : جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس پر خوش وخرم ہیں۔ اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں وفرحاں ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

بار بار شہید ہونے کی تمنا :

۱۱۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ : یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ، یَا ابْنَ اٰدَمَ كَیْفَ وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ خَیْرَ مَنْزِلٍ ، فَیَقُوْلُ سَلْ وَ تَمَنَّهْ ، فَیَقُوْلُ مَا اَسْاَلُ وَ اَتَمَنّٰی اِلَّا اَنْ تَرُدَّنِیْ اِلَى الدُّنْیَا فَاُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِكَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا یَرٰی مِنْ فَضْلِ

(الشہادۃ - دنسائی - احمد)

ترجمہ: انسؓ بن مالک سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز ایک جنتی کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا: اے فرزند آدم! تو نے اپنا ٹھکانہ کیسا پایا؟ وہ جواب دے گا: پروردگار! مجھے خوب ٹھکانہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہاری کوئی اور طلب اور آرزو ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! میری کوئی طلب اور آرزو اس کے سوا نہیں کہ تو مجھے دس مرتبہ دنیا میں بھیجے اور میں ہر مرتبہ تیرے راستے میں جان نچھاور کرتا جاؤں۔ اس کی یہ آرزو شہادت کا مرتبۂ عظیم دیکھ کر ہوگی۔

۱۱۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ۔

(بخاری - مسلم - ابوداؤد - مالک)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں اور مارا جاؤں، پھر لڑوں اور مارا جاؤں۔ (یعنی ہر شہادت کے بعد دوبارہ زندگی نصیب ہوتی جائے تاکہ پھر شہادت نصیب ہو۔)

سب سے پہلا جنتی :

١١٢- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ، عُرِضَ عَلَيَّ اَوَّلُ ثَلٰثَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ : شَهِيْدٌ وَ عَفِيْفٌ وَ مُتَعَفِّفٌ وَ عَبْدٌ اَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ وَ نَصَحَ لِمَوَالِيْهِ (ترمذی)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : تین اشخاص جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے وہ مجھے دکھائے گئے ہیں ۔ اُن میں سے پہلا شہید ، دوسرا پاک دامن اور دستِ سوال دراز کرنے سے پرہیز کرنے والا ، اور تیسرا وہ بندۂ خدا جو ٹھیک ٹھیک اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اپنے موالی (غلاموں اور نوکروں چاکروں) کا خیر خواہ ہے ۔

صلۂ شہید :

١١٣- عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ ، يُغْفَرُ لَهٗ فِيْ اَوَّلِ دَفْعَةٍ مِنْ دَمِهٖ ، وَ يُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ، وَ يُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ يَاْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ ، وَ يُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ، وَ يُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ ،

وَ يُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ اَقْرِبَائِهٖ۔ (ترمذی - ابن ماجہ - احمد)

ترجمہ : مقدام بن معدیکرب بیان کرتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ کے پاس شہید کے لیے سات انعامات ہیں : خون کی پہلی دھار چھوٹنے پر ہی اُس کی مغفرت فرمائی جائے گی۔ جنت جانے سے قبل ہی جنت میں اُس کی فرودگاہ اُسے دکھا دی جائے گی، قبر کے عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا، انتہائی گھبراہٹ کے وقت سے (جو روزِ محشر کو پیش آئے گی) امن میں رہے گا، اُس کے سر پر وقار (عزت و تکریم) کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت بھی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہوگا۔ بہتر کشادہ چشم عورتیں اُس کی زوجیت میں دی جائیں گی۔ اور اپنے ستر رشتہ داروں کے بارے میں اُس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

۱۱۴ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَنَّهٗ لَمَّا اُصِيْبَ اِخْوَانُكُمْ يَوْمَ اُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ اَرْوَاحَهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ اَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَاْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَاْوِيْ اِلٰى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَأْكَلِهِمْ وَ مَشْرَبِهِمْ وَمَقِيْلِهِمْ قَالُوْا مَنْ يُبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا اَنَّنَا اَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجَنَّةِ وَلَا يَنْكُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى : "وَلَا تَحْسَبَنَّ

اَلَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔ الی آخر الآیات ۔ (ابوداؤد ۔ احمد)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: احد کے روز تمہارے جو بھائی شہید ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیا ۔ یہ پرندے جنّت کی نہروں سے سیراب ہوتے تھے، جنت کے پھل کھاتے تھے، اور عرش الٰہی کے سائے میں لگی ہوئی سنہری قندیلوں میں آرام کرتے تھے ۔ انہوں نے جب اپنا اچھا کھانا پینا اور اچھی آرام گاہیں دیکھیں تو یہ آرزو کی کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر کر دے کہ ہم زندہ ہیں اور جنت میں ہیں، تاکہ ہمارے بھائی جنت سے نا امید نہ ہوں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی خواہش کو دیکھ کر فرمایا: میں تمہاری طرف سے یہ پیغام اُن کو پہنچا دوں گا ۔ چنانچہ یہ آیت اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ؛ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں اُنہیں مردہ نہ سمجھو، وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں ۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے ۔ وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں و فرحاں ہیں ۔ اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ۔

پوری آیات یہ ہیں: فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(آل عمران: ۱۶۹ ۔ ۱۷۰ ۔ ۱۷۱)

راہِ خدا میں بہنے والا قطرۂ خون:

۱۱۵ ۔ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَاَثَرَيْنِ، قَطْرَةٍ مِّنْ دُمُوْعٍ فِيْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةِ دَمٍ تُهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَثَرٌ فِيْ فَرِيْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ ۔ (ترمذی)

ترجمہ: ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ ایک وہ قطرۂ اشک جو خوفِ خدا کی وجہ سے آنکھ سے ٹپکا۔ دوسرا وہ قطرۂ خون جو اللہ کی راہ میں بہا۔ ایک وہ نشان جو اللہ کی راہ میں ثبت ہوا اور دوسرا وہ نشان جو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ کسی فرض کو ادا کرتے ہوئے ثبت ہوا۔

۱۱۶ ۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَجُلٌ يَوْمَ

أُحُدٍ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ قُتِلْتُ مَايْنَ اَنَا؟ قَالَ: فِي الْجَنَّةِ، فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِي يَدِهٖ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ۔ (مسلم۔ نسائی۔ احمد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنگ احد کے دن ایک شخص نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "اگر میں قتل ہو گیا تو میری منزل کہاں ہوگی؟" جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں"۔ چنانچہ یہ جواب سنتے ہی اس شخص نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں اور معرکۂ کارزار میں اتر گیا اور لڑتے لڑتے خود بھی قتل ہو گیا۔

شہداء کے چار درجے:

۱۱۷۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللهَ تَعَالٰى حَتّٰى قُتِلَ فَذَالِكَ الَّذِيْ يَرْفَعُ النَّاسُ اَعْيُنَهُمْ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا ــــ وَرَفَعَ رَأْسَهٗ حَتّٰى سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهٗ، فَلَا اَدْرِيْ قَلَنْسُوَةَ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ــــ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَكَاَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهٗ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِنَ الْجُبْنِ اَتَاهُ

سَہْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهٗ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى قُتِلَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ اَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى قُتِلَ فَذَالِكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ - (ترمذی)

ترجمہ : حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: شہداء کے چار درجے ہیں: ایک شہید وہ ہے جو کامل الایمان مومن ہے۔ جس نے دشمن سے مقابلہ کیا، اور اللہ سے اپنے عہد کو سچا کر دکھایا اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے قتل ہو گیا۔ یہ وہ شہید ہے جس کی طرف لوگ روزِ محشر کو یوں سر اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے۔ (یہ بیان کرتے وقت حضرت عمرؓ نے ——— یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ——— اپنا سر اوپر اٹھایا اور ان کی ٹوپی گر گئی۔ نیچے کے راوی کو شک ہو گیا ہے کہ اوپر کے جس راوی نے حضرت عمرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے اس نے حضرت عمرؓ کی ٹوپی گر جانے کی خبر دی ہے یا خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی گر لے کی۔) اور دوسرا وہ کامل الایمان مومن ہے جس کا دشمن سے سامنا ہوا تو اس کی کھال کے اندر گویا طلح (درخت) کا کانٹا چبھ گیا اور اس پر کم ہمتی طاری ہو گئی، اس کو کوئی بھٹکتا ہوا تیر آ لگا اور وہ قتل ہو گیا۔ یہ دوسرے درجے کا شہید ہے۔

اور تیسرا وہ مومن جس نے عمل صالح کے اندر کچھ گناہوں کی آمیزش بھی کی ہے، اُس نے اللہ سے اپنے وعدے کو پورا کیا اور جان دے دی، یہ تیسرے درجے میں ہے۔ چوتھا وہ مومن جس نے (گناہوں کی وجہ سے) اپنے نفس پر بڑے ستم ڈھائے ہیں۔ اُس کا جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو اُس نے بھی اللہ کے ساتھ اپنے وعدہ کو پورا کر دکھایا اور قتل ہو گیا۔ یہ چوتھے درجہ میں ہوگا۔

اس حدیث میں سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے چار مرتبے بیان فرماتے ہیں، یہ چاروں مرتبے اُن کی ایمانی کیفیت اور جذبۂ شہادت کی رُو سے قائم کیے گئے ہیں :-

درجۂ اوّل جس خوش نصیب شہید کو ملا ہے اُس کی صفت یہ ہے کہ اُس کا خدا اور رسولؐ پر پختہ ایمان ہے۔ وہ کمالِ ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ اُس کی شخصی و اجتماعی زندگی اس امر کی شہادت فراہم کرتی ہے کہ وہ ایک بالاتر ہستی کو اپنا خدا تسلیم کیے ہوتے ہے اور اس کے بھیجے ہوئے رسولؐ کی تعلیم کو برحق مانتا ہے۔ اس کے ایمان و تسلیم میں کسی ریب و شک کو دخل نہیں ہے۔ (الذین آمنوا ولم یرتابوا)۔ اُس کا جینا اور مرنا دونوں خدا کے لیے ہیں۔ (ان صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین)
اُسے جب راہِ خدا میں لڑنے کا حکم ملتا ہے تو اس سے اس کے ایمان

میں مزید اضافہ ہوتا ہے (فَزَادَهُمْ إِيمَانًا) اور جب وہ دشمن کے مقابلہ پر آتا ہے تو پکار اٹھتا ہے کہ یہ تو وہی سنہری موقع ہے جس کا اللہ نے اہل ایمان سے وعدہ کر رکھا ہے (هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ)۔ اس کے تسلیم و رضا کے جذبہ میں مزید ترقی ہوتی ہے (وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَّتَسْلِيمًا)۔ اور پھر اللہ کے ساتھ جنت کے عوض مال و جان قربان کر دینے کا جو عہد باندھا تھا اسے پورا کر دکھاتا ہے (صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ)۔ یہ اللہ کے پاس بلند ترین درجہ پائے گا۔ (أُولٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ)۔

ابن کثیر اور فتح الباری میں ہے: حضرت انسؓ بن نضر کسی سبب سے بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ انہوں نے اللہ سے اقرار کیا کہ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لڑائی کا موقع پیش آیا تو میں جانبازی سے لڑوں گا۔ چنانچہ غزوۂ احد میں یہ مسلمانوں کے لشکر میں موجود تھے۔ اللہ سے اپنا عہد پورا کرنے کے لیے تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے راستہ میں انہیں روکا مگر وہ یہ کہہ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے کہ مجھے جبل احد سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ اور جانبازی کے جوہر دکھلاتے رہے، اور اسی سے اوپر زخم کھا کر شہید ہوئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ سب مسلمانوں کو انسؓ بن نضر کی طرح اللہ اور اس کے رسولؐ سے کیے ہوئے عہدِ فدائیت کو پورا کرنا چاہیے۔

دوسرے درجے میں وہ شہید ہے جس کے ایمان کا کمال و پختگی تو اول الذکر شہید کے معیار کا ہے مگر اس میں شجاعت و فدایت کی کمی ہوتی ہے۔ وہ دیوانہ وار دشمن کی صفوں میں گھس کر اپنے جو ہر دکھانے سے جھجکتا ہے۔ اور اسی اثنا میں دشمن فوج کا کوئی تیر بے ہدف اس کو شہادت کا جام پلا دیتا ہے۔ یہ دوسرے مرتبے کا شہید ہے۔ اول الذکر شہید سے اگر اس میں کسی پہلو سے کمی ہے تو صرف جذبۂ اقدام و شجاعت کی۔ اور مومن قوی، مومن ضعیف سے بہتر ہوتا ہے۔

تیسرے درجے کے شہید کی صفت یہ ہے کہ میدانِ کارزار میں اس نے دلاوری اور بہادری کے خوب کارنامے دکھائے اور جان لٹا دی۔ اس حیثیت سے وہ اول الذکر کے ہم پلہ رہا، مگر اس کے گزشتہ اعمال کا ریکارڈ بے داغ نہیں ہے۔ اعمال صالحہ ہیں مگر ان میں برائیوں کی آمیزش ہے۔ کتابِ زندگی کے صفحات کچھ ستھرے اور روشن ہیں اور کہیں دھبے بھی پڑے ہوئے ہیں اور سیاہی کے چھینٹے بھی ہیں۔ اس پہلو سے وہ مذکورہ بالا دونوں شہیدوں سے فرو ہے۔ اور چونکہ تمام اعمال کا مدار ایمان کی کیفیت پر ہے، اس لیے اس کا عملِ شہادت اس عملِ شہادت کے ہم مرتبہ نہ ہو سکا جس کی تہہ میں پختہ و خالص ایمان کارفرما تھا۔ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کے گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیے اور خلعتِ شہادت سے نواز دیا۔

چوتھے درجے کا شہید بھی جرأت و بہادری کا پیکر تھا اور اس

پیمانے کے ولولۂ جاں افشردگی اور شوقِ سربازی سے مخمور تھا جو درجۂ اول کے شہید اور درجۂ سوم کے شہید میں دیکھا گیا۔ مگر اس کے گناہوں کی فہرست طویل ہے۔ اور ارتکابِ معاصی حدِّ اسراف تک ہے۔ مگر اُس کا راہِ خدا میں نکل پڑنا اور شان و شوکت سے اپنا سر پیش کر دینا مقبولِ بارگاہِ خداوندی ہُوا۔ السیف محّاء الذنوب (تلوار نے گناہوں کو دھو دیا) اور رحمتِ کردگار نے اُس کو شہادت کا درجہ ارزانی فرمایا۔ چونکہ وہ اپنی ایمانی پونجی کے لحاظ سے اوپر کے تینوں شہیدوں کی بہ نسبت فروتر تھا، اس لیے اسے مرتبے میں بھی اُن تینوں کے نیچے رکھا گیا۔ مگر وہ شہید ہے۔ اور اللہ کے ہاں بڑے سے بڑے اجر کا مستحق ہے اُسے جو جنت ملے گی اُس کی ایک بالشت دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ یہ درجہ بھی صرف ان خوش نصیبوں کو ملتا ہے جن پر اللہ کی نظرِ کرم ہو جاتی ہے۔ خاصانِ خدا بھی اس درجہ کی سعادت پانے کے آرزومند رہے۔

ثابت قدمی کا درجہ :

۱۱۸۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ عَبْدٍ غَزَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَانْهَزَمَ اَصْحَابُهٗ فَعَلِمَ مَا عَلَیْهِ فَرَجَعَ حَتّٰی اُهْرِیْقَ دَمُهٗ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِمَلٰٓئِکَتِهٖ اُنْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ رَجَعَ رَغْبَةً فِیْمَا عِنْدِیْ وَ شَفَقَةً مِمَّا عِنْدِیْ حَتّٰی

اُهْرِيْقَ دَمُهٗ - (ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس بندے سے بڑا خوش ہوتا ہے جس کے ساتھی محاذ پر شکست کھا گئے مگر وہ اپنے فرض کو پہچانتے ہوئے دشمن کے مقابلہ کے لیے واپس چلا گیا اور بالآخر اللہ کی راہ میں اُس کا لہو بہہ گیا۔ اللہ عزوجل خوش ہو کر اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ: میرے اس بندے کو دیکھو، یہ صرف میرے اجر کے شوق میں اور میرے عذاب کے خوف سے لوٹ کر دشمن سے لڑا ہے۔ حتٰی کہ اس کا خون بہا دیا گیا ہے۔

افضل ترین شہید:

۱۱۹- عَنْ نُعَيْمِ بْنِ هَمَّارٍ الْغَطَفَانِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَيُّ الشُّهَدَاءِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ اِنْ يَّلْقَوْا فِي الصَّفِّ لَا يَلْفِتُوْنَ وُجُوْهَهُمْ حَتّٰى يُقْتَلُوْا- اُولٰٓئِكَ يَتَلَبَّطُوْنَ فِي الْغُرَفِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ وَ يَضْحَكُ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ وَ اِذَا ضَحِكَ رَبُّكَ اِلٰى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا فَلَا حِسَابَ عَلَيْهِ- (مسند احمد)

ترجمہ: قبیلہ غطفان کے نعیم بن ہمار بتاتے ہیں: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: "سب سے افضل کون سا شہید ہے؟" آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ جو دشمن کا مقابلہ کرتے وقت مر جاتے ہیں مگر

منہ نہیں پھیرتے - یہ لوگ جنت کے بالا خانوں میں محوِ خرام ہوں گے -
ان کا پروردگار ان کی ثابت قدمی دیکھ کر ان پر ہنستا ہے - اور جب
تیرا پروردگار دنیا کے اندر کسی بندے پر ہنس دے تو پھر آخرت میں
اُس کا کوئی حساب نہ ہوگا -

شہداء نبی کے بھائی ہیں :

۱۲۰ - عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰى حَرَّةِ وَاقِمٍ فَدَنَوْنَا مِنْهَا فَإِذَا قُبُوْرٌ بِمَحْنِيَةٍ، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قُبُوْرُ إِخْوَانِنَا هٰذِهٖ؟ قَالَ: قُبُوْرُ اَصْحَابِنَا، ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى إِذَا جِئْنَا قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ قُبُوْرُ إِخْوَانِنَا - (مسند احمد)

ترجمہ : طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہیں : ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نکلے - جب ہم حرۃ واقم کے قریب ہوئے تو دیکھا کہ پہاڑ کی وادی کے ایک موڑ کے اندر کچھ قبریں ہیں - ہم نے کہا : "یا رسول اللہ! یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں؟" آنجناب نے فرمایا : "یہ ہمارے اصحاب (رفقاء) کی قبریں ہیں -" جب ہم کچھ دور اور نکلے اور شہداء کی قبروں کے پاس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "یہ ہیں ہمارے بھائیوں کی قبریں" -

صحابہؓ میں سے جن لوگوں نے شہادت پائی ہے، نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے انہیں اپنا بھائی فرمایا ہے، اور جو لوگ شہید نہیں ہو سکے بلکہ طبعی موت سے رخصت ہوتے ہیں اُن کو اپنا اصحاب کہا ہے۔ اصحاب کے معنی ہیں ساتھی۔ شہداء کی جماعت برادرانِ رسولؐ ہیں اور غیر شہداء یارانِ رسولؐ۔ اول الذکر کو اخوتِ رسولؐ کا اعزاز ملا اور ثانی الذکر کو مودتِ رسولؐ کا۔ مودت پر جب شہادت کا رنگ چڑھا تو اس میں اخوت کا امتیاز پیدا ہو گیا۔

مقتولین کی تین قسمیں :

۱۴۱۔ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْقَتْلَى ثَلَاثَةٌ ، رَجُلٌ مُؤْمِنٌ قَاتَلَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى يُقْتَلَ، فَذٰلِكَ الشَّهِيْدُ الْمُفْتَخَرُ، فِيْ خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهِ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ إِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ، وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ قَرَفَ عَلٰى نَفْسِهِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ مُحِيَتْ ذُنُوْبُهُ وَخَطَايَاهُ، إِنَّ السَّيْفَ مَحَّاءُ الْخَطَايَا وَأُدْخِلَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ فَإِنَّ لَهَا ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ وَلِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ

وَ بَعْضُهَا اَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ ، وَ رَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ حَتّٰى اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يُقْتَلَ فَاِنَّ ذٰلِكَ فِي النَّارِ ، اَلسَّيْفُ لَا يَمْحُوا النِّفَاقَ ۔ (مسند احمد)

ترجمہ : عتبہ بن عبد سُلمی سے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنگ میں قتل ہونے والے تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ مردِ مومن جس نے اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں لڑائی کی اور دشمن سے مقابلے کے وقت دشمن سپاہ سے لڑتے لڑتے مارا گیا۔ یہ قابلِ فخر شہید ہے۔ عرشِ الٰہی کے نیچے اللہ تعالیٰ کے خیمے میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ انبیاء اس سے صرف مرتبۂ نبوت میں افضل ہیں۔ دوسرا وہ مومن شخص جو ہے تو گناہوں اور خطاؤں کا مرتکب مگر وہ اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور دشمن سے جب اُس کا مقابلہ ہوتا ہے تو خوب لڑتا ہے اور اسی میں جان دے دیتا ہے۔ اس کے گناہ اور خطائیں محو کر دی جاتی ہیں کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹا دینے والی ہے۔ یہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے بھی چاہے گا داخل کیا جائے گا۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات۔ جنت کے کچھ دروازے دوسرے دروازوں سے افضل ہیں۔ تیسرا منافق ہے، جو بے شک اپنی جان اور مال سے جہاد میں حصہ لیتا ہے اور دشمن کے مقابلے میں بھی فی سبیل اللہ لڑتا بھڑتا ہے۔ یہاں تک کہ قتل ہو جاتا ہے۔ مگر اس

کے باوجود وہ دوزخ میں جائے گا۔ کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹا سکتی۔

شہادت موت بے اذیت ہے :

۱۲۲- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا یَجِدُ الشَّهِیْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا یَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ۔

(ترمذی۔ نسائی)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کو جامِ شہادت نوش کرتے وقت اتنی ہی چبھن محسوس ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

۱۲۳- عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ فَصَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ اَوْ قُتِلَ اَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ اَوْ بَعِیْرُهُ اَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ اَوْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهِ بِاَیِّ حَتْفٍ شَاءَ اللّٰهُ مَاتَ فَهُوَ شَهِیْدٌ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ : ابومالک اشعریؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی راہ میں گھر سے نکل پڑا، اور اُسے موت آگئی یا قتل ہوگیا یا اس کے گھوڑے یا اونٹ نے اُسے پٹخ دیا یا سانپ نے اُسے ڈس لیا یا بستر پر اُس نے جان دی، خواہ کوئی موت بھی وہ مرا جو اللہ نے

اس کے لیے مقدر کر رکھی تھی، وہ شہید ہے۔

اس حدیث میں یہ غلط فہمی دُور کی گئی ہے کہ شہید صرف وہ ہے جو دشمن کے وار سے جاں بحق ہو۔ جو شخص گھر سے اللہ کی راہ میں جہاد کی نیت سے نکل پڑا اور اُس کا ایمان شک و نفاق سے مبرّا ہے تو اس راہ میں جو موت بھی اُسے نصیب ہوگی وہ شہادت کی موت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ اُسے شہیدوں کے زمرے میں اٹھائے گا۔ خواہ دشمن کی تیغ و تفنگ سے وہ مرا ہو، دشمن کے بھرپور وار سے جان دی ہو یا کوئی بے صدف تیر اور بھولی بھٹکی گولی جان لیوا ثابت ہوئی، یا مورچوں کے اندر ہی کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا ہو اور وہ مر گیا ہو، یا خود اپنی ہی سواری سے گر کر مرا ہو یا اپنی ہی سپاہ کے ہتھیار یا گولہ بارود کی لپیٹ میں آکر جان دے بیٹھا ہو، یا فرشِ راحت پر طبعی موت نے اُسے آ دبوچا ہو، بہرحال جو موت بھی اُسے آئے گی وہ راہِ خدا کی موت ہوگی اور شہادت کا تاج پہنائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (نساء:) (اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور رسولؐ کی طرف ہجرت کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمّہ ثابت ہوگیا اور اللہ بڑا مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔)

باب ۱۲

عسکری استعداد

- سامانِ جنگ اور مستقل فوج کی فراہمی
- نشانہ بازی کی تربیت
- اسلحہ سازی کی اہمیت و اجر
- جنگی مشقیں
- گھوڑوں کی پرورش

سامانِ جنگ اور مستقل فوج کی فراہمی :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

۱۲۴- وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ
مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ
وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ
يَعْلَمُهُمْ ۭ (الانفال : ۶۰)

ترجمہ :- اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، دشمنوں کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ قوت اور پلے ہوئے گھوڑے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوفزدہ کردو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔

۱- اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاکید فرمائی کہ تمہارے پاس سامانِ جنگ اور ایک مستقل فوج (STANDING ARMY) ہر وقت مہیا رہنی چاہیے تاکہ بوقت ضرورت فوراً جنگی کاروائی کرسکو۔ یہ نہ ہو کہ خطرہ سرپہ آنے کے بعد گھبراہٹ میں جلدی جلدی رضاکار اور اسلحہ اور سامانِ رسد جمع کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور اس اثنا میں کہ یہ

تیاری مکمل ہو، دشمن اپنا کام کر جائے۔

۲۔ آیت میں جنگی تیاری کی دو صورتیں مذکور ہیں۔ ایک قوت اور دوسرے پلے ہوئے گھوڑے۔ (رباط الخیل) قوت سے مراد عمومی طاقت ہے۔ یعنی مادی وسائل کی مکمل فراہمی، اور عسکری تربیت کا مکمل انتظام۔ رباط الخیل سے مراد جنگی سواریاں ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑا جنگی سواری کی اعلیٰ ترین قسم تھی۔ اور یہ اشارہ اس امر کی جانب ہے کہ عمومی طاقت کی فراہمی کے ساتھ جنگی سواریوں کا خاص اہتمام کیا جائے، اور اپنے وقت کی اعلےٰ ترین اور ترقی یافتہ سواریوں کو کفر و ظلم اور فتنہ و فساد اور جارحیت و استعمار کا قلع قمع کیا جائے۔

۳۔ جنگی استعداد اور جدید ترین وسائل کی فراہمی کا ایک مقصد یہ بھی اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اس سے تم دشمن کو خوف زدہ اور مرعوب رکھ سکو گے، اور اس کی اسلامی قلمرو پر حملہ کرنے یا حریصانہ نگاہ سے دیکھنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ دشمن کو مرعوب رکھنے کے لیے جو تدابیر اختیار کی جاسکتی ہوں انہیں اختیار کیا جانا چاہیے۔ مضبوط فوجی چھاؤنیاں بنائی جائیں۔ قلعے اور جنگی اڈے تعمیر کیے جائیں۔ اسلحہ اور بارود کے کارخانے قائم کیے جائیں، عسکری تربیت کا جال پھیلایا جائے۔ جنگی مشقیں جاری رکھی جائیں۔ عوام کو اسلحہ اور شہری دفاع کی برابر تربیت دی جاتی رہے۔ اندرونی تیاریوں کے علاوہ بیرونی محاذ کو مضبوط سے

مضبوط تر کیا جائے۔ دوستوں اور حلیفوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ دشمن کے کیمپ میں پھوٹ ڈالی جائے۔ عسکری تربیت کے لیے مشن بھیجے جائیں۔ یہ تمام امور دشمن کے دل پر دھاک بٹھانے والے اور اُسے جارحانہ کارروائیوں سے باز رکھنے والے ہیں۔ یہ وہی صورت ہے جسے عصرِ حاضر کی اصطلاح میں "اسلحہ برائے امن" کہا جاتا ہے۔

نشانہ بازی کی تربیت :

۱۲۵۔ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ : وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ۔ (مسلم)

ترجمہ : عقبہؓ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا : اللہ کا حکم ہے : دشمنوں کے لیے جہاں تک ممکن ہو قوت مہیا رکھو۔ آگاہ ہو قوت نشانہ بازی میں ہے۔ آگاہ رہو قوت نشانہ بازی میں ہے۔ آگاہ رہو قوت نشانہ بازی میں ہے۔ (تین مرتبہ آپؐ نے نشانہ بازی کی تاکید فرمائی)۔

امام بیضاوی کہتے ہیں : آنحضورؐ نے قوت مہیا کرنے کے لیے نشانہ بازی کو اس لیے خاص فرمایا کہ آپؐ کے زمانے میں قوی ترین طریقہ جنگ یہی تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن البنّاء نے مسند احمد بن حنبل میں اس حدیث

کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: حضورؐ کے زمانہ میں نشانہ بازی سے مراد تیراندازی تھی۔ لیکن اس میں نشانہ بازی کی وہ تمام قسمیں شامل ہیں جو موجودہ دور میں پائی جاتی ہیں یا آیندہ پائی جائیں گی۔ مثلاً رائفل اور مشین گن کا نشانہ، توپ کا نشانہ، بموں کا نشانہ۔ آیت: اَعِدُّوا ...... الخ میں ہر زمانے میں آلاتِ حرب کی صناعت اور ساخت کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے زمانے کی تیاری یہ ہے کہ ہم توپیں اور ٹینک بنائیں۔ تیز رفتار ہوائی جہاز بنائیں۔ جنگی جہاز اور آبدوز کشتیاں بنائیں۔ نیز یہ بھی فرض ہے کہ ہم وہ تمام علوم وفنون سیکھیں جن پر ان اسلحہ کی تیاری موقوف ہے۔ ہم جس انحطاط اور پسماندگی سے دوچار ہیں وہ ان ہی اہم کاموں سے غفلت برتنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

۱۲۶۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الرُّوْمُ وَيَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ فَلَا يَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ۔ (مسلم)

ترجمہ: عقبہؓ بن عامر بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ: روم تمہارے زیرنگیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نصرتوں سے نوازے گا۔ لہذا تم میں کوئی بھی اپنے تیر کے شغل جاری رکھنے میں بے چارگی نہ دکھائے۔

اس حدیث میں آنحضرتؐ نے روم کے مفتوح ہونے کی بشارت دی ہے۔ رومی قوم نشانہ بازی میں بڑی ماہر سمجھی جاتی تھی اور اپنی اکثر جنگوں میں اُس نے نشانہ بازی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو رومیوں پر غالب آجانے کی خوشخبری تو سنا دی اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی فرما دی کہ اُس قوم کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جن جنگی طریقوں کو اُس نے اختیار کر رکھا ہے تم بھی اُسے اختیار کیے رکھو۔ دشمن جس نوعیت کی قوت فراہم کر رہا ہو اُسی نوعیت کی بلکہ اُس سے بالاتر نوعیت کی قوت فراہم کرنا ضروری ہے۔ آج کے دور میں یہ امر اور بھی نہایت ضروری ہے کہ دشمن جس قسم کے اسلحہ کی تربیت حاصل کر رہا ہے اُسی قسم کا اسلحہ مہیا کیا جائے اور یا کم از کم دشمن کے اسلحہ کا توڑ کرنا سیکھا جائے۔

اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ تمہیں بہ تائید ایزدی رومی سلطنت پر فتح نصیب ہوگی مگر اس فتح کے بعد تم یہ خیال کرکے کہ دنیا کی عظیم ترین مملکت اسلام کے زیر نگیں ہو چکی ہے، جنگی تیاری اور عسکری تربیت سے غافل نہ ہو جانا۔ مسلمان دنیا میں اس وقت تک تلوار کو نیام میں داخل نہیں کر سکتا جب تک دنیا کے اندر ظلم وستم کی فرمانروائی اور جارحیت و استعمار کا چلن ہے۔ جس "قوت" نے روم جیسی پُرشکوہ سلطنت کو پامال کر دیا اُس "قوت" کو نظر انداز کر دینا کامیابی حاصل کرنے کے بعد اُس سے دستبردار ہونے کے مترادف ہے۔

۱۲۷۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِنْ اَسْلَمَ وَهُمْ يَتَنَاضَلُوْنَ فِي السُّوْقِ فَقَالَ: اِرْمُوْا يَا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا، اِرْمُوْا وَ اَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ لِاَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ فَاَمْسَكُوْا اَيْدِيَهُمْ فَقَالَ اِرْمُوْا، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نَرْمِيْ وَ اَنْتَ مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ اِرْمُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ۔ (بخاری - احمد)

ترجمہ: سلمہؓ بن اکوع بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلۂ اسلم کے کچھ لوگوں کی جانب گئے۔ وہ لوگ سوق نامی جگہ میں باہم تیراندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ آپؐ نے دیکھ کر فرمایا: اے اولاد اسماعیل! نشانہ بازی کا شغل جاری رکھو۔ تمہارا باپ (یعنی حضرت اسماعیلؑ) بھی نشانہ باز تھے۔ نشانہ لگاؤ، میں بھی فریقین میں سے فلاں گروہ کے ساتھ نشانہ لگانے میں شریک ہوتا ہوں۔ اس کے بعد لوگ رُک گئے۔ آپؐ نے فرمایا: تیر کیوں نہیں چلاتے؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ آپؐ فلاں گروہ کے ساتھ ہیں اس حالت میں ہم کیسے پھینکیں؟ آپؐ نے فرمایا: پھینکو، پھینکو میں دونوں کے ساتھ ہوں۔

اسلحہ سازی کی اہمیت و اجر:

۱۲۸۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ : اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یُدْخِلُ الثَّلَاثَۃَ بِالسَّھْمِ الْوَاحِدِ الْجَنَّۃَ ، صَانِعَہٗ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِہِ الْخَیْرَ ، وَالْمُمِدَّ بِہٖ وَالرَّامِیْ بِہٖ ، وَ قَالَ ارْمُوْا وَارْکَبُوْا ، وَ اَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ تَرْکَبُوْا ، وَ اِنَّ کُلَّ شَیْءٍ یَلْھُوْا بِہِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ اِلَّا رَمْیَۃُ الرَّجُلِ بِقَوْسِہٖ ، وَ تَادِیْبُہٗ فَرَسَہٗ ، وَ مُلَاعَبَتُہٗ امْرَأَتَہٗ ، فَاِنَّھُنَّ مِنَ الْحَقِّ ، وَ مَنْ نَسِیَ الرَّمْیَ بَعْدَ مَا عَلِمَہٗ فَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْ عَلِمَہٗ - (وَزَادَ فِیْ رِوَایَۃٍ) قَالَ فَتُوُفِّیَ عُقْبَۃُ وَلَہٗ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ قَوْسًا مَعَ کُلِّ قَوْسٍ قَرَنٌ وَ نَبَلٌ وَ اَوْصٰی بِھِنَّ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ -

ترجمہ : عقبہؓ بن عامر روایت کرتے ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : خدائے بزرگ و برتر ایک تیر کی بدولت تین افراد کو جنت میں داخل کرتا ہے : ایک تیر کا بنانے والا جو نیکی کے ارادے سے تیر بنائے ، دوسرا مجاہد کو تیر کی مدد فراہم کرنے والا ، اور تیسرا تیر کو چلانے والا۔ راوی کہتے ہیں ، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ؛ تم لوگ نشانہ بازی اور شہسواری سیکھو ، مجھے نشانہ بازی شہسواری سے زیادہ پسند ہے ۔ مرد کے لیے ہر قسم کا لہو و لعب باطل ہے سوائے اسکے کہ

مرد اپنے کمان سے نشانہ بازی کرے، اور اپنے گھوڑے کو سدھائے، اور اپنی بیوی سے خوش فعلی کرے۔ یہ تینوں تفریحیں حق ہیں۔ اور جو شخص نشانہ بازی سیکھ کر اسے بھلا دیتا ہے وہ اپنے اس فن کا کفران نعمت کا ارتکاب کرتا ہے ـــــ دوسری روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ـــــ اس حدیث کے راوی حضرت عقبہؓ کی جب وفات ہوئی ہے تو ان کے پاس ساٹھ سے یا ستّر سے زیادہ کمانیں تھیں۔ ہر کمان کا الگ ترکش اور الگ تیر تھے۔ عقبہؓ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت وصیت کے ذریعے یہ تمام سامان اللہ کی راہ میں دے دیا۔

اللہ کی راہ میں اسلحہ کی تیاری کرنے والا بھی جنت میں جائے گا' اور جو مجاہدین کے لیے اسلحہ فراہم کرتا ہے اور خرید کر انہیں سپلائی کرتا ہے وہ بھی جنت میں جائے گا، اور تیسرا جو اس اسلحہ کو استعمال کرتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ کے دین کی ہیبت قائم کرتا ہے اور کفر وطاغوت کی طاقتوں کے پرخچے اڑاتا ہے وہ بھی جنت میں جائے گا۔ اسلامی حکومت کی اسلحہ ساز فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدور اور کاریگر، اسلحہ سازی کا مواد فراہم کرنے کے لیے مالی تعاون پیش کرنے والے اور اسلامی حکومت کی فوجیں، سب کو یہ حدیث شامل ہے۔

حضورؐ نے شہسواری کی نسبت نشانہ بازی کو پسند فرمایا ہے۔ اس لیے کہ آنحضورؐ کے زمانے میں نشانہ بازی جنگ کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور کارگر طریقہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے آپؐ نے اعلیٰ

سے اعلیٰ فن کو سیکھنے کی طرف توجہ دلائی - اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپؐ نے "قریب کی جنگ" پر "دُور کی جنگ" کو ترجیح دی ہے - فوجوں کی دست بدست لڑائی قریب کی جنگ کہلاتی ہے - جیسے موجودہ زمانے میں سنگینوں کی جنگ - دُور کی جنگ سے مراد ہوائی حملے، گولہ باری اور بمباری ہے - حضورؐ نے دُور کی جنگ کو پسند فرمایا ہے - موجودہ زمانے میں وہی ملک زندہ رہ سکتا ہے جو دُور کی جنگ کی قوت زیادہ سے زیادہ پیدا کرے - میزائل، ہوائی جہاز، ٹینک، توپیں اور اس نوعیت کے دوسرے دُور مار اسلحہ سے لیس ہو -

مسلمان کی ثقافت رقص و سرود، طاؤس ورباب، جام و مینا، اور لہو ولعب نہیں ہے - یہ چیزیں انحطاط پذیر اور زوال آمادہ قوم کی ثقافت ہے اور باطل و ناجائز - مسلمان کی ثقافت ہے فوجی تربیت، عسکری شوکت، شمشیر و سناں، اسپ دوانی، نشانہ بازی، کشتیوں کے مقابلے، جنسی تفریح کے لیے بھی وہ حرم غیر کو پامال کرنے کے بجائے صرف حلال راستہ اختیار کرتا ہے - یہ تمام امور برحق اور نشانِ مردِ مومن ہیں -

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جنگی تربیت کی جو اہمیت ہے وہ آپؐ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ "جس شخص نے نشانہ بازی کا فن سیکھ کر اُسے بھلا دیا اُس نے اپنے فن کی ناشکری کی" ہر مسلمان پر فرداً فرداً عسکری تربیت حاصل کرنا فرض ہے - اس میں

کوتاہی نہ صرف دنیوی خسارے کا موجب ہو سکتی ہے بلکہ آخرت میں اس کی باز پرس ہوگی۔

جنگی مشقیں :

١٢٩- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَبَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْخَيْلِ فَأَرْسَلَ مَا ضُمِّرَ مِنْهَا مِنَ الْحَيْفَاءِ أَوِ الْحَفْيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوِدَاعِ ، وَ أَرْسَلَ مَا لَمْ يُضَمَّرْ مِنْهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَكُنْتُ فَارِسًا يَوْمَئِذٍ فَسَبَقْتُ النَّاسَ طَفَّفَ بِيَ الْفَرَسُ مَسْجِدَ بَنِيْ زُرَيْقٍ۔ (مسند احمد)

ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کی مسابقت کرائی۔ جو گھوڑے دُبلے (سبک رو) تھے انہیں آپؐ نے مقام حَیفاء (یا حَفیاء یہ شک راوی کا ہے) سے ثَنِیَّۃُ الوَدَاع تک چھوڑا اور جو دُبلے نہیں تھے انہیں آپؐ نے ثنیۃ الوداع سے بنی زُریق کی مسجد تک چھوڑا۔ عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں : اس مسابقت میں مَیں بھی ایک سوار تھا۔ میں تمام سواروں سے سبقت لے گیا تھا اور میرا گھوڑا مسجد بنی زریق کی دیوار کو بھی پھاند کر آگے نکل گیا۔ (یعنی معین ہدف سے آگے نکل گیا)۔

صحیح بخاری کی روایت میں سفیان ثوریؒ نے بیان کیا ہے کہ

مقام حَیفاء اور ثَنِیّۃ الوداع کے درمیان ۵ یا ۶ میل کا فاصلہ ہے، اور ثنیۃ الوداع اور مسجد بنی زُرَیق کے درمیان ایک میل کی مسافت ہے۔ بنی زُریق ایک قبیلہ کا نام ہے۔ یہ مسجد اُسی قبیلے کے نام سے منسوب ہے۔ ثنیۃ پہاڑی کی چوٹی کو کہتے ہیں۔ ثنیّۃ الوداع مدینہ کے باہر ایک پہاڑی ہے۔ عام طور پر آنحضورؐ اور آپؐ کے خلفاء وفدوں اور فوجوں کی روانگی کے وقت اس مقام تک پیادہ ساتھ چلتے تھے اور یہاں سے الوداع کرتے تھے۔

۱۳۰۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ نَاقَةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسَمَّى الْعَضْبَاءُ وَكَانَتْ لَا تُسْبَقُ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ لَهٗ فَسَبَقَهَا فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْئٌ فِي الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں: آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا۔ اس اونٹنی سے کوئی اور اونٹنی سبقت نہ کر سکتی تھی۔ ایک اعرابی مدینہ میں آیا۔ اس کے پاس ایک اصیل اونٹنی تھی، یہ اونٹنی دوڑ میں آنحضورؐ کی اونٹنی سے آگے بڑھ گئی۔ مسلمانوں کو یہ بات بڑی ناگوار گزری، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا حق ہے کہ دنیا کے اندر جس چیز کو بھی رفعت حاصل

ہو اللہ اسے پست کرے۔ (بالا و برتر اور لازوال ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے)۔

۱۳۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَصُفُّ عَبْدَ اللّٰہِ وَ عُبَیْدَ اللّٰہِ مِنْ بَنِی الْعَبَّاسِ ثُمَّ یَقُوْلُ مَنْ سَبَقَ اِلَیَّ فَلَہٗ کَذَا وَ کَذَا قَالَ فَیَسْتَبِقُوْنَ اِلَیْہِ فَیَقَعُوْنَ عَلٰی ظَھْرِہٖ وَ صَدْرِہٖ فَیُقَبِّلُھُمْ ۔ (مسند احمد)

ترجمہ : عبداللہؓ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کے دو لڑکوں عبداللہ اور عبیداللہ کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا کرتے اور پھر فرماتے جو دوڑ میں میرے پاس پہلے پہنچے گا اسے یہ اور یہ انعام دوں گا۔ عبداللہ بن حارث کہتے ہیں، یہ بچے آنحضورؐ کی طرف مسابقت کرتے ہوئے جاتے اور آپؐ کی پشت مبارک یا سینہ مبارک پر جا گرتے اور آپؐ انہیں چومتے۔

۱۳۲۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَیْنَ الْحَبَشَۃُ یَلْعَبُوْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِحِرَابِہِمْ دَخَلَ عُمَرُ فَاَھْوٰی اِلَی الْحَصْبَاءِ یَحْصِبُھُمْ بِھَا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ دَعْھُمْ یَا عُمَرُ۔

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حبشی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مسجد کے اندر) اپنے بھالوں کے کرتب دکھا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور وہ کنکریاں اٹھا کر ان کو مارنے لگے (یعنی مسجد میں یہ کھیل رچانے سے منع کرنے لگے)۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرؓ! ان کو کھیلنے دو۔

گھوڑوں کی پرورش:

۱۳۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِیْمَانًا بِاللّٰهِ وَ تَصْدِیْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ وَ رِیَّهٗ وَ رَوْثَهٗ وَ بَوْلَهٗ فِیْ مِیْزَانِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (بخاری ونسائی)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک گھوڑا مہیا رکھا، اللہ کی راہ میں، اللہ پر ایمان لاتے ہوئے، اللہ کے وعدے کو سچا جانتے ہوئے تو اس گھوڑے کا چارہ کھاتا، پانی پینا، لید اور پیشاب کرنا ہر چیز قیامت کے روز اجر کی میزان میں محسوب ہوگی۔ (یعنی ہر ہر چیز پر اللہ کے ہاں اجر ملے گا۔)

اس مضمون کی احادیث بڑی کثرت سے وارد ہیں جن میں آپ نے جہاد کی خاطر گھوڑوں کی پرورش اور تربیت کو بڑے اجر و فضل کا

موجب بتایا ہے اور گھوڑوں کی اچھی قسمیں مہیا کرنے کی تاکید فرمائی ہے
آپؐ کے زمانے میں سب سے تیز رفتار جنگی سواری گھوڑے تھے۔
قریب اور دُور دونوں قسم کی لڑائیوں میں ان سے خدمت لی جاتی تھی۔

۱۳۴- عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتِلُ عُرْفَ فَرَسٍ بِإِصْبَعَيْهِ
وَهُوَ يَقُوْلُ، اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ،
اَلْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: جریرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ گھوڑے کی گردن کے بالوں کو اپنی دونوں
انگلیوںؐ سے بل دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ: گھوڑوں کی پیشانیوں
میں خیر ہی خیر بھرا ہوا ہے۔ آخرت میں اجر اور دنیا میں غنیمت۔

رباط

(سرحدوں اور دفاعی مورچوں کی حفاظت)

- ــــ رباط کی حقیقت
- ــــ رباط کی فضیلت
- ــــ ایک رات کا پہرہ ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ہے
- ــــ سرحدی محافظ کا غیر منقطع اجر
- ــــ پہرہ دار آنکھ کو آگ نہ چھوئے گی

رباط کی حقیقت :

شرعی اصطلاح میں رباط سے مراد دارالاسلام کی اُن آخری سرحدوں کی مدافعت وحفاظت ہے جو دارالکفر سے ملتی ہوں۔ ان سرحدوں اور سرحدوں سے متصل علاقوں کی حفاظت اسلامی حکومت کی مستقل ذمّہ داری ہے۔ چونکہ یہ علاقے ہمیشہ دشمن کی زد میں رہتے ہیں اور ہر وقت ان پر دشمن کے حملے کا خطرہ رہتا ہے، اس لیے ان کے تحفظ اور دفاع کے لیے مُرابطین (

)

کے مضبوط دستے درکار ہیں۔ جس طرح جہاد کرنے والے کو مجاہد کہا جاتا ہے اسی طرح رباط پر پہرہ دینے والوں کو مُرابط کہا جاتا ہے۔ یہ جہاد ہی کا ایک حصّہ ہے۔ اس کی فضیلت و اہمیت بھی اسی قدر ہے جس قدر جہاد کی ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس جگہ پر ایک مرتبہ دشمن کا حملہ ہو جائے وہ چالیس سال کے لیے رباط کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور جس پر دو مرتبہ حملہ ہو جائے وہ ایک سو بیس سال کے لیے اور جس پر تین مرتبہ حملہ ہو جائے وہ ہمیشہ کے لیے رباط شمار ہوگی۔ خواہ وہ جگہ سرحد میں شمار ہوتی ہو یا سرحد سے دُور ہو۔

رباط کی فضیلت :

۱۳۵۔ عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَ مَا عَلَیْهَا۔ (بخاری - ترمذی)

ترجمہ : حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ کی راہ میں ایک دن پہرہ دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

ایک رات کا پہرہ ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ہے!

۱۳۶۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ هُوَ یَخْطُبُ عَلٰی مِنْبَرِهٖ اِنِّیْ مُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ، مَا کَانَ یَمْنَعُنِیْ اِلَّا الضَّنُّ عَلَیْکُمْ، وَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ : حَرَسُ لَیْلَةٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ لَیْلَةٍ یُقَامُ لَیْلُهَا وَ یُصَامُ نَهَارُهَا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، احمد، طبرانی)

ترجمہ : عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے حضرت عثمانؓ بن عفان ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپؓ نے خطبہ کے دوران فرمایا کہ : لوگو! میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آج تک اس حدیث کو بیان کرنے میں یہ بات مانع رہی ہے کہ میں اپنے پاس تمہاری موجودگی کا لالچ کرتا رہا ہوں۔ وہ حدیث یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ کی راہ میں ایک رات کا پہرہ دینا ایسی ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں دن کو روزے رکھے جائیں اور رات کو قیام کیا جائے۔

اسی روایت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوصالح نے بھی روایت کیا ہے۔ انھوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حج کے موقع پر منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے یہ حدیث لوگوں کو سنائی۔ حدیث سنانے کے بعد حاضرین سے پوچھا: کیا میں نے یہ حدیث آپ لوگوں تک پہنچا دی ہے؟ حاضرین نے باواز بلند کہا: ہاں آپ نے حقِ تبلیغ ادا کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کہا: اے اللہ! تو گواہ رہ۔ حضرت عثمانؓ نے اس حدیث کو بیان کرنے میں عرصہ دراز تک تامل اس بنا پر کیا کہ آپ کی خواہش تھی کہ اہل الرائے لوگ مدینہ منورہ میں آپ کے پاس موجود رہیں اور مہمات امور میں آپ کو مشورے دیتے رہیں۔ چونکہ اس حدیث میں رباط کا بڑا اجر بیان کیا گیا ہے، اس لیے آنجنابؓ کا خیال تھا کہ اس اجر و فضیلت کے شوق میں لوگ رباطات کی جانب نکل پڑیں گے اور مشورہ و تعلیم کا نظام کمزور پڑ جائے گا۔ لیکن تبلیغ حدیث بھی ایک فرض تھا، اس لیے آپ مناسب موقع پر اس فرض سے سبکدوش

ہو گئے۔

سرحدی محافظ کا غیر منقطع اجر:

۱۳۷۔ عَنِ ابْنِ اَبِیْ زَکَرِیَّا الْخُزَاعِیِّ عَنْ سُلَیْمَانَ الْخَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَہٗ وَ ھُوَ یُحَدِّثُ شُرَحْبِیْلَ بْنَ السِّمْطِ، وَ ھُوَ مُرَابِطٌ عَلَی السَّاحِلِ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَابَطَ یَوْمًا اَوْ لَیْلَۃً کَانَ لَہٗ کَصِیَامِ شَھْرٍ لِلْقَاعِدِ، وَ مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَجْرَی اللّٰہُ لَہٗ اَجْرَ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُ اَجْرَ صَلَاتِہٖ وَ صِیَامِہٖ وَ نَفَقَتِہٖ، وَوُقِیَ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ، وَ اٰمِنَ مِنَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: ابوزکریا خزاعی کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ شرحبیل بن سمط ایک ساحلی رباط پر مقیم تھے، اُن سے حضرت سلیمان الخیر (سلمانؓ فارسی) نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ: جس نے ایک دن یا ایک رات پہرہ دیا اُسے وہی اجر ملے گا جو گھر میں بیٹھ رہنے والے کو ایک مہینے کے روزوں کا ملے گا۔ اور جو راہ خدا میں پہرہ دیتے ہوئے مرگیا اللہ تعالیٰ اُس کے اعمال کے اجر کو ہمیشہ کے لیے جاری رکھے گا، اس کی نمازوں کا اجر، اس کے روزوں کا اجر، اس کے انفاق کا اجر اور اُسے قبر کے فتنے سے محفوظ رکھا جائے گا۔ اور وہ قیامت کی بڑی گھبراہٹ

سے امن میں رہے گا۔

جو شخص اسلامی سرحدوں کی حفاظت یا شہری دفاع کی سعی کے دوران مرگیا۔ وہ جتنے نیک کام کرتا تھا اللہ تعالیٰ ان کے اجر کا سلسلہ ختم نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ قیامت تک اُسے ملتا رہے گا۔

ایک اور حدیث میں اس مضمون کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ: مرنے کے بعد انسان کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر مرابط فی سبیل اللہ کے اعمال قیامت تک ترقی پذیر رہیں گے۔

پہرہ دار آنکھ کو آگ نہ چھوئے گی:

۱۳۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (ترمذی۔ نسائی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے اشک بار ہوئی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں رات کو پہرہ دیا۔

العُدّة شرح العمدة میں بہاؤ الدین المقدسی نے لکھا ہے: مکمل رباط چالیس دن کی ہوتی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ کا یہی قول ہے۔ ابو الشیخ نے اپنی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت

کی ہے کہ: "تمام الرباط اربعون یوماً" (رباط کا مکمل نصاب چالیس دن ہیں)۔ حضرت ابوہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی راہ میں ایک روز کی رباط مجھے ایسی لیلۃ القدر سے زیادہ محبوب ہے جو مجھے مسجد حرام میں یا مسجد نبویؐ میں نصیب ہو۔ اور جو شخص چالیس روز تک رباط (سرحدی چوکی کی حفاظت یا شہری دفاع کی مہم) میں رہا اُس کی رباط کامل ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہؓ رباط سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے دریافت کیا: "کتنے روز رباط میں گزارے؟" حضرت عبداللہؓ نے بتایا: "تیس روز"۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میں نے تم کو تاکید کی تھی کہ چالیس روز مکمل کرنے سے پہلے واپس نہ آنا۔" بہرحال جو شخص چالیس روز سے کم یا زیادہ بھی گزارے گا اُس اپنے عمل کا اجر اللہ کے ہاں سے ملے گا؟

باب ۱۴

اسلامی بحریہ

- بحری مجاہدین کا شاہانہ مقام
- بحریہ کو حضورؐ کی تحسین
- بحری جنگ کا دوچند اجر

بحری مجاہدین کا شاہانہ مقام :

۱۳۹۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اُمِّ حَرَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ : بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِلٌ فِيْ بَيْتِيْ اِذِ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ ، فَقُلْتُ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ اَنْتَ مَا يُضْحِكُكَ ؟ فَقَالَ : عُرِضَ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِيْ يَرْكَبُوْنَ ظَهْرَ هٰذَا الْبَحْرِ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ ، فَقُلْتُ ، اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ ، قَالَ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مِنْهُمْ ، ثُمَّ نَامَ اَيْضًا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ مَا يُضْحِكُكَ ؟ قَالَ : عُرِضَ عَلَيَّ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ يَرْكَبُوْنَ هٰذَا الْبَحْرَ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ ، فَقُلْتُ ، اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ ، فَقَالَ : اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ ، فَغَزَتْ مَعَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ زَوْجَهَا فَوَقَصَتْهَا بَغْلَةٌ لَهَا شَهْبَاءُ فَوَقَعَتْ فَمَاتَتْ ۔

(مسند احمد ۔ ابوداؤد ۔ بخاری)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں دوپہر کو خواب راحت فرما رہے تھے کہ یکایک ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے عرض کیا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کس وجہ سے آپ ہنس رہے ہیں؟" آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ پیش کیے گئے ہیں جو اس سمندر (بحر اخضر) کی پشت پر سوار ہوں گے اور ایسے دکھائی دیں گے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں۔" میں نے عرض کیا: آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بھی اُن میں شامل کرے۔ چنانچہ آپ نے دعا مانگی "اے اللہ اسے (یعنی اُمِّ حرام کو) بھی اس گروہ میں شامل فرما۔" اس کے بعد آپ دوبارہ سو گئے اور پہلے کی طرح ہنستے ہوئے اُٹھے۔ میں نے پھر دریافت کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کس سبب سے ہنسی فرمائی؟ آپ نے یہی فرمایا کہ: "میری امت کا ایک ایسا گروہ مجھے دکھایا گیا ہے جو سمندر کی پشت پر سوار ہوگا، جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں۔" میں نے درخواست کی کہ اللہ سے دعا فرمائیں میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں۔ آنجناب نے فرمایا: "تم سب سے پہلے گروہ میں ہو گی۔" چنانچہ اُمِّ حرام حضرت عبادہ بن صامت کے ساتھ جو ان کے خاوند تھے، جہاد کے لیے نکلیں۔ موصوفہ ہلکے سیاہ رنگ کی خچر پر سوار تھیں۔ خچر بدک گئی اور آپ گر گئیں اور شہید ہو گئیں۔

اُمِّ حرام، امام نووی کے بیان کے مطابق آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے محارم میں سے تھیں۔ اس لیے آپؐ نے ان کے گھر قیلولہ فرمایا۔ اُمِّ سلیمؓ کی بہن اور حضرت انسؓ کی خالہ تھیں۔ اور حدیث میں جس سمندر کا ذکر ہے، حضرت انسؓ کی دوسری روایت میں اس کا نام بحر اخضر بتایا گیا ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ایک دوسری خاتون کے بارے میں منقول ہے۔ جسے حضرت عطاء بن یسار نے روایت کیا ہے۔ اس خاتون کا نام ابوداؤد کی روایت میں ام رمیصا مذکور ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: دوسرا واقعہ ام حرام کی بہن اُمِّ عبداللہ کے گھر پیش آیا ہے، ہو سکتا ہے یہ دونوں واقعات الگ الگ دونوں بہنوں کے گھر پیش آئے ہوں۔ اور دونوں نے بحری جنگ میں شرکت کی خواہش کی ہو۔ بخاری اور مسلم کی روایتوں سے ثابت ہے کہ اُمِّ حرام جس بحری غزوہ میں شریک تھیں اس میں امیر البحر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مگر عطاء بن یسار کی روایت میں جس غزوہ کی صراحت ہے اس کے امیر منذر بن حرام تھے۔ اوّل الذکر خاتون کی قبر بیروت میں ہے اور موخر الذکر کی ارض روم (قبرص) میں۔ رضی اللہ عنہما۔

بحریہ کو حضورؐ کی تحسین:

۱۴۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ بَعْضِ

نِسَائِهِ إِذْ وَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ فَضَحِكَ فِي مَنَامِهِ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ قَالَتْ لَهُ امْرَأَةٌ مِنْ نِسَائِهِ لَقَدْ ضَحِكْتَ فِي مَنَامِكَ، فَمَا أَضْحَكَكَ؟ وَقَالَ، أَعْجَبُ مِنْ نَاسٍ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ هٰذَا الْبَحْرَ هَوْلَ الْعَدُوِّ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَذَكَرَ لَهُمْ خَيْرًا كَثِيرًا۔ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کے گھر میں تھے کہ آپؐ نے سر کو ٹیک لیا اور خواب فرمانے لگے۔ آپؐ نے حالت خواب میں ہنسی فرمائی۔ جب بیدار ہوئے تو آپؐ کی زوجہ مطہرہؓ نے پوچھا کیا کہ آپؐ نیند میں ہنس رہے تھے، اس کی کیا وجہ تھی؟ آنجناب نے فرمایا اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دیکھ کر مجھے تعجب (مسرت آمیز) ہو رہا ہے۔ یہ دشمن کے تعاقب میں اس سمندر کو چیریں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ آپؐ نے ان کی بڑی خوبیوں کا ذکر فرمایا۔

ان دونوں روایتوں میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بحری جنگ اور بحریہ کے مجاہدین کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ آپؐ کو جب اللہ تعالیٰ نے خواب میں ایسے لوگ دکھائے جو سمندر کو چیریں گے اور جہاد کریں گے اور اسلامی فتوحات میں اضافہ فرمائیں گے تو آپؐ نے ان کے بے پناہ شوقِ جہاد اور خطر پسند عزائم کو دیکھ کر مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا۔ اور ان کی جہاں گیرانہ جرأتوں کی تحسین فرمائی۔

بحری جنگ کا دوچند اجر :

فقہاء نے لکھا ہے کہ بحری جنگ بری جنگ سے زیادہ افضل ہے۔ آنحضورؐ کی متعدد احادیث سے اس کی افضلیت ثابت ہوتی ہے اُم حرام ہی سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بحری سفر میں جس کو گھیری لاحق ہو اور اس سبب سے قے ہونے لگے تو اس تکلیف میں ایک شہید کا اجر ملتا ہے اور جو ڈوب جائے اُسے دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

ابن ماجہ نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا تھا: بحری جنگ کا شہید بری جنگ کے دو شہیدوں کا اجر پائے گا۔ اور سمندر کی گھیری میں مبتلا ہونے والا اجر و ثواب کے لحاظ سے ایسے ہے جیسے بری لڑائی میں خون میں لت پت ہونے والا۔ دو موجوں کا درمیانی فاصلہ عبور کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اُس نے اطاعت الٰہی میں دنیا بھر کو طے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو روحوں کو قبض کرنے کے لیے مقرر فرما رکھا ہے۔ مگر شہیدانِ بحر کی ارواح کو باری تعالیٰ خود قبض فرماتا ہے۔ بری جہاد میں شہید ہو جانے والے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا۔ بحری شہید کے تمام گناہ بھی بخشے جائیں گے اور قرض بھی معاف کیا جائے گا۔ (المقدمۃ شرح العمدۃ لبہاؤ الدین المقدسیؒ)۔

بحری جہازوں کو آنجناب نے بادشاہوں کے تخت سے تشبیہ

دی ہے۔ اور بحریہ کے جوانوں کو بادشاہوں سے۔ گویا بحری مجاہدین آنحضورؐ کے الفاظ میں "سمندر کے بادشاہ" ہیں۔ آنجنابؐ کا خواب ہوسکتا ہے کہ کسی مخصوص بحری غزوہ کی طرف اشارہ ہو۔ مگر حدیث کے الفاظ عام ہیں۔ اور آپؐ کی یہ بشارتیں ادوار انقلاب تاریخ کے ہر اُس دَور پر صادق آئیں گے جس میں اسلامی جہاد برپا ہونے پر آپؐ کی امت کے کچھ لوگ "سمندری بادشاہ" بحری کارنامے دکھائیں گے۔ توحید کو فروغ دیں گے اور شرک و کفر کے قلعوں کو مسمار کریں گے۔

بحری غزوات کو بری غزوات پر اس لیے فضیلت دی گئی ہے کہ بری غزوات کی بہ نسبت بحری سفر و جہاد میں خطرات اور مشکلات زیادہ ہوتی ہیں۔ اور غنیمت کا احتمال ناپید اور فرار کا موقع کم ہوتا ہے اور سمندر کی گھمیری مسلسل مسافر کو مبتلائے الم رکھتی ہے۔ لیکن یہی علتیں فضائی جہاد پر منطبق ہوتی ہیں۔ خطرات کی رُو سے فضائی جہاد بحری جہاد سے بھی مشکل تر ہے۔ اس لیے یہ بری اور بحری دونوں پر فضل و اجر میں فائق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب ۱۵

اسلامی فوج کی خصوصیات

- اتحاد اور جمعیتِ قلب
- جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے
- شجاعتِ کاملہ
- فوجوں کی روانگی کا اسلامی انداز
- دعا سے معرکہ آرائی کا آغاز
- غرورِ کثرت سے اجتناب
- جاہلیت کے رنگ ڈھنگ سے پرہیز
- تقویٰ اور ذکر اللہ کا التزام
- مشاورت کا اہتمام
- فوج کے ضعیف افراد سے حسنِ سلوک
- مساوات
- ماتحتوں سے نرم برتاؤ
- فرار کی ممانعت
- انتشار اور بدنظمی سے احتراز
- شور و ہنگامہ سے اجتناب
- واپسی پر نمازِ شکر
- نقل و حرکت کا بہترین وقت
- گھر واپس آنے کے آداب

اتحاد اور جمعیتِ قلب :

ارشادِ باری ہے :

۱۴۱۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۚ (الانفال : ۴۵، ۴۶)

ترجمہ : اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۱۴۲۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ (النساء : ۲۰۰)

ترجمہ : اے ایمان والو! صبر سے کام لو، (باطل پرستوں کے مقابلے میں) پامردی دکھاؤ اور مقابلہ کے لیے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے

ڈرتے رہو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

۱۴۳۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ (آل عمران : ۱۵۹)

ترجمہ: جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔

۱۴۴۔ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔[1] (آل عمران : ۱۷۳)

ترجمہ: اہلِ ایمان وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ "تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو"۔ تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا، اور انہوں نے جواب دیا کہ "ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے"۔[2]

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تو انہوں نے یہ دعا پڑھی: حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو گلزار بنا دیا۔

[2] جنگِ احد سے پلٹ کر جب مشرکین کئی منزل دور چلے گئے، تو انہیں ہوش آیا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت کو توڑ دینے کا بیش قیمت موقع کھو کر چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ ٹھیر کر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ مدینہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۴۵- إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ - (الصف : ۴)

ترجمہ : اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں ایسی مضبوط صف بن کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تاکید فرمائی ہے کہ جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدمی دکھائیں۔ اللہ کو کثرت سے یاد کریں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی پابندی کریں۔ باہمی اختلافات اور منازعت سے پرہیز کریں۔ کیونکہ یہ چیزیں ان کی شکست کا سبب ہو سکتی ہے۔ اور جب کسی امر کا فیصلہ کر لیں تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسے کر گزریں۔ تکالیف کو جگرداری سے سہیں۔ بڑھ چڑھ کر پامردی دکھائیں۔ اور اللہ کے کلمہ کو غالب اور

(بقیہ صفحہ گزشتہ) پر فوراً ہی دوبارہ حملہ کر دیا جائے، لیکن پھر ہمت نہ پڑی اور واپس مکہ چلے گئے۔ ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ یہ لوگ کہیں پھر نہ پلٹ آئیں۔ اس لیے جنگ اُحد کے دوسرے ہی دن آپؐ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا کہ کفار کے تعاقب میں چلنا چاہیے۔ یہ اگرچہ نہایت نازک موقع تھا مگر پھر بھی جو سچے مومن تھے وہ جان نثار کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حمراء الاسد تک گئے۔ اس آیت میں انہی فداکاروں کی طرف اشارہ ہے۔

طاغوت کے کل کو سرنگوں کرنے کے لیے کمربستہ رہیں۔ اپنے جذبات و خواہشات کو قابو میں رکھیں۔ جلد بازی، گھبراہٹ، ہراس، طمع اور نامناسب جوش سے بچیں۔ ٹھنڈے دل اور بچی تلی قوت فیصلہ کے ساتھ کام کریں۔ خطرات اور مشکلات دیکھ کر قدموں میں لغزش نہ آنے پائے۔ اشتعال انگیز مواقع پیش آئیں تو غیظ و غضب کے ہیجان میں کوئی بے محل حرکت نہ سرزد ہو۔ حصول مقصد کے شوق سے بے قرار ہو کر یا کسی نیم پختہ تدبیر کو سرسری نظر میں کارگر دیکھ کر بادسے شتاب کاری سے مغلوب نہ ہوں۔ خدا کا خوف ہر وقت دل میں جمارہے۔ نیز اہل ایمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ جب لوگ ان کو یہ ڈراوے دیں کہ دشمن کی فوجیں حملہ کے لیے تیار ہیں تو اس خبر سے اُن کے ایمان میں اضافہ ہو اور ان کا جواب یہ ہو کہ: حسبنا اللہ ونعم الوکیل (اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہتر مددگار اور کارساز ہے)۔ اور دشمن کے پیکار کے وقت وہ اپنے نظم و ضبط اور اتحاد و یگانگت اور شجاعت و بسالت کے لحاظ سے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے ہیں۔

اب اس باب میں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

جنّت تلواروں کے سایہ تلے ہے:

۱۴۶۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِيْ لَقِيَ فِيْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فِيْهِمْ فَقَالَ : يَآ اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ ، وَ اِذَا لَقِيْتُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ - ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَ مُجْرِيَ السَّحَابِ وَ هَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ -

(بخاری و مسلم و ابوداؤد)

ترجمہ : عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں : نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنگ میں دشمن کے مقابلے پر لڑائی سے رُک گئے ۔ حتٰی کہ سورج ڈھل گیا ۔ اس وقت آپؐ نے لوگوں کے اندر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا : اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی آرزو نہ کیا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگو ۔ اور اگر دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو صبر سے کام لو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے ۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ دعا پڑھی : اے اللہ! کتاب کو نازل کرنیوالے بادلوں کو چلانے والے ، احزاب کو شکست دینے والے ! ان کفار کے پاؤں اکھاڑ اور ہمیں ان پر کامیاب فرما ۔

شجاعت کاملہ :

۱۴۷ - عَنْ نُعَيْمِ ابْنِ هَمَّارٍ الْغَطَفَانِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَیُّ الشُّھَدَاءِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : اَلَّذِیْنَ اِنْ یَّلْقَوْا فِی الصَّفِّ لَا یَلْفِتُوْنَ وُجُوْھَھُمْ حَتّٰی یُقْتَلُوْا ، اُولٰٓئِکَ یَنْطَلِقُوْنَ فِی الْغُرَفِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّۃِ وَ یَضْحَکُ اِلَیْھِمْ رَبُّھُمْ وَ اِذَا ضَحِکَ رَبُّکَ اِلٰی عَبْدٍ فِی الدُّنْیَا فَلَا حِسَابَ عَلَیْہِ

(مسند احمد)

ترجمہ : قبیلہ غطفان کے نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: "سب سے افضل ترین شہید کون ہے؟" آپ نے فرمایا: افضل ترین شہداء وہ ہیں جو میدان جنگ کے اندر قتل تو ہو جاتے ہیں مگر منہ نہیں پھیرتے ، یہ لوگ جنّت کے بالاخانوں میں محوِ خرام ہوں گے۔ ان کا رب انہیں دیکھ کر مسکراتا ہے۔ اور جب تیرا رب دنیا کے اندر کسی بندے پر مسکراتا ہے تو پھر اُس کا حساب نہیں ہوتا۔

۱۴۸۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ : شَرُّ مَا فِی الرَّجُلِ شُحٌّ ھَالِعٌ وَ جُبْنٌ خَالِعٌ۔ (ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے اندر سب سے بڑی بُرائیاں دو ہیں: تھڑ دلا بنا دینے والا بخل اور میدان سے بھگا دینے والی بُزدلی۔

فوجوں کی روانگی کا اسلامی انداز :

۱۴۹- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ :

"أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ" (ابوداؤد - ترمذی - نسائی - ابن ماجہ)

ترجمہ : عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم جب فوجوں کو وداع فرماتے تو کہتے :

"تمہارا دین، تمہاری امانتداری اور تمہارے آخری نیک اعمال اللہ کے سپرد کرتا ہوں"

۱۵۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَشٰى مَعَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ ثُمَّ وَجَّهَهُمْ وَقَالَ : انْطَلِقُوْا عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ، وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ أَعِنْهُمْ" يَعْنِي النَّفَرَ الَّذِيْنَ وَجَّهَهُمْ إِلٰى كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ - (مسند احمد)

ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بقیع الغرقد تک اہل لشکر کے ساتھ آئے۔ اور پھر آپ نے ان کو روانہ کیا اور فرمایا : چل پڑو، اللہ کے نام پر۔ اور ان کے لیے یہ دعا مانگی : "اے اللہ! ان کی مدد فرما"

یہ دعا آپ نے اس لشکر کے حق میں مانگی جو آپ نے کعب بن اشرف کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا تھا۔

دعا سے معرکہ آرائی کا آغاز :

۱۸۱۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا غَزَا قَالَ :

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَ نَصِیْرِیْ ، بِکَ اَحُوْلُ وَ بِکَ اَصُوْلُ وَ بِکَ اُقَاتِلُ ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

ترجمہ : حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معرکۂ قتال میں اُترتے تو یہ دعا مانگتے : "اے اللہ! تو میرا قوت بازو ہے، تو میرا مددگار ہے، تیری مدد کے بل پر میں تدبیر کرتا ہوں اور تیری نصرت سے حملہ آور ہوتا ہوں اور تیری طاقت سے دشمن سے لڑتا ہوں۔

احزاب کے دن آپ نے یہ دعا مانگی تھی :

اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اھْزِمِ الْاَحْزَابَ ، اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَ زَلْزِلْھُمْ ۔ (بخاری۔ مسلم ترمذی)۔

ترجمہ : غزوۂ احزاب کے موقع پر آپ نے یہ دعا فرمائی تھی :

اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے، جلدی حساب لینے والے احزاب کو شکست دے۔ اے اللہ! ان کے پاؤں اکھاڑ اور ان میں افراتفری پیدا کر۔

غرۂ کثرت سے اجتناب :

ارشاد باری ہے :

۱۵۲۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْــٴًـا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ۝

(التوبہ : ۲۵-۲۶)

ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی ہے، غزوۂ حنین میں (اس کی مدد دیکھ چکے ہو) اس روز تمہیں اپنی کثرتِ تعداد کا غرّہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کو سزا دی، اور یہی بدلہ ہے کفر کرنے والوں کا۔

۱۵۳۔ عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا صَلَّى هَمَسَ شَيْئًا لَا نَفْهَمُهُ وَلَا يُخْبِرُنَا بِهِ قَالَ : أَفَطِنْتُمْ لِي ؟ قُلْنَا نَعَمْ، قَالَ : إِنِّي ذَكَرْتُ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أُعْطِيَ جُنُوْدًا مِنْ قَوْمِهِ فَقَالَ:

مَنْ يُكَافِئُ هٰؤُلَاءِ ؟ وَمَنْ يَقُوْمُ لِهٰؤُلَاءِ ، أَوْ غَيْرَهَا مِنَ الْكَلَامِ ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنِ اخْتَرْ لِقَوْمِكَ إِحْدَى ثَلَاثٍ ، إِمَّا أَنْ نُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ أَوِ الْجُوْعَ ، أَوِ الْمَوْتَ ، فَاسْتَشَارَ قَوْمَهُ فِيْ ذٰلِكَ ، فَقَالُوْا أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ نَكِلُ ذٰلِكَ إِلَيْكَ ، فَخِرْ لَنَا ، فَقَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ ، وَكَانُوْا إِذَا فَزِعُوْا فَزِعُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ ، فَصَلّٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ ، ثُمَّ قَالَ : أَيْ رَبِّ أَمَّا عَدُوٌّ مِنْ غَيْرِهِمْ فَلَا ، أَوِ الْجُوْعَ فَلَا ، وَلٰكِنِ الْمَوْتَ ، فَسَلَّطَ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ ، فَمَاتَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا ، فَهَمْسِي الَّذِيْ تَرَوْنَ أَنِّيْ أَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ بِكَ أُقَاتِلُ وَبِكَ أُصَاوِلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ۔ (مسلم۔ ترمذی۔ مسند احمد)

ترجمہ : حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد منہ میں کچھ پڑھا کرتے تھے جو میں سمجھ نہ سکتا تھا اور نہ آپ ہی ہمیں وہ بتاتے تھے ۔ ایک مرتبہ جب میں نے پوچھا تو فرمانے لگے : کیا تمہیں میری اس چیز کا پتہ چل گیا ہے ؟ میں نے عرض کیا : جی ہاں ۔ فرمانے لگے : مجھے ایک نبی یاد آگئے ۔ ان کے پاس اپنی قوم کی ایک فوج تھی ، وہ یہ کہنے لگے ، ان کا حریف کون ہو سکتا ہے ؟ ان کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے ؟ اس طرح کے دعوے انہوں نے کیے ۔ اُن کے پاس اللہ سے یہ وحی آئی کہ اپنی قوم کے لیے تین چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو : ان پہ باہر کا

کوئی دشمن مسلط کردیں یا اُن کو بھوک کی آزمائش میں ڈالیں یا ان کو موت سے دوچار کریں۔ چنانچہ نبی نے اپنی قوم سے مشورہ کیا۔ وہ کہنے لگے آپ اللہ کے نبی ہیں۔ فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں، جو چاہیں انتخاب کرلیں۔ چنانچہ نبی نماز کے لیے اُٹھے اور ان کا معمول تھا کہ جب کسی گھبراہٹ میں مبتلا ہوتے تو نماز کی طرف بھاگتے[1]۔ انہوں نے کچھ نماز پڑھی اور پھر اللہ سے کہنے لگے، اے پروردگار! بیرونی دشمن کا تسلط بھی برداشت نہیں ہے بھوک سے بھی پناہ ہے۔ البتہ موت کا ہم انتخاب کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کی جس سے ستر ہزار افراد مر گئے۔ میں جو کچھ منہ میں پڑھتا ہوں وہ یہ دعا ہے: اللھم بك اقاتل الا (اے اللہ تیری مدد سے میں لڑتا ہوں، تیری مدد میں میں دشمن پر جھپٹتا ہوں۔ کوئی تدبیر اور قوت اللہ کی مدد کے بغیر کام نہیں کرتی)۔

غزوۂ حنین ۸ھ میں طائف کے قریب پیش آیا تھا اس غزوہ میں مسلمانوں کی طرف سے ۱۲ ہزار فوج تھی جو اس سے پہلے کبھی کسی اسلامی غزوہ میں اکٹھی نہیں ہوئی تھی اور دوسری طرف کفار ان سے بہت کم تھے۔ لیکن اس کے باوجود قبیلۂ ہوازن کے تیر اندازوں نے ان کا منہ پھیر دیا اور لشکر اسلام بری طرح تتر بتر ہو کر پسپا ہوا۔ اس وقت

---

[1] شریعت محمدی میں بھی یہ حکم موجود ہے: یا ایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ (اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔)

صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور چند مٹھی بھر جان باز صحابہ تھے جن کے قدم اپنی جگہ جمے رہے۔ اور انہی کی ثابت قدمی کا نتیجہ تھا کہ دوبارہ فوج کی ترتیب قائم ہو سکی۔ اور بالآخر فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس غلط گھمنڈ کی طرف اشارہ کیا ہے جو مسلمانوں کو اس غزوہ میں اپنی کثرت سے پیدا ہو گیا تھا۔ بعد والی حدیث میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ گزشتہ انبیاء میں سے ایک نبی کو اپنی فوجوں کی قوت و کثرت پر غیر معمولی اعتماد ہو گیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو تین آزمائشیں پیش کیں تو انہوں نے جانبازی کی آزمائش کو اختیار کیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ستر ہزار افراد کام آ گئے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی تنبیہ فرمائی ہے کہ محض تعداد کی کثرت اور جسم و جان کی قوت اصل چیز نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ اللہ کی نصرت کی ضرورت ہے۔

۱۵۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا تُغْلَبُ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: نہیں مغلوب ہو گے تم ۱۲ ہزار کی تعداد، قلت تعداد کی وجہ سے۔

اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اتنی بڑی تعداد کی شکست قلت کی وجہ سے نہیں ہو گی بلکہ عجب و غرور اور اعتماد علی اللہ میں ضعف اور

دوسری اخلاقی اور دینی خرابیاں شکست کا موجب بن جائیں گی۔

جاہلیت کے رنگ ڈھنگ سے پرہیز:

ارشاد باری ہے:

۱۵۵- وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ (الانفال : ۴۷)

ترجمہ: اور اُن لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ نہ اختیار کرو جو اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے اور جن کی روش یہ ہے کہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔

اس آیت میں کفار قریش کی طرف اشارہ ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر جب اُن کا لشکر مکہ سے نکلا تھا تو اس شان سے نکلا تھا کہ گانے بجانے والی لونڈیاں ساتھ تھیں، جگہ جگہ رقص و سرود اور شراب نوشی کی محفلیں برپا کرتے جا رہے تھے۔ جو جو قبیلے اور قریے راستے میں ملتے تھے اُن پر اپنی طاقت و شوکت اور اپنی کثرت تعداد اور اپنے سروسامان کا رعب جماتے تھے۔ اس پر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا کہ تم کہیں ایسے نہ بن جانا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور حق پرستی کی جو نعمت عطا کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تمہارے اخلاق بھی پاکیزہ ہوں اور مقصد جنگ بھی پاکیزہ ہو۔

یہ ہدایت اُسی زمانہ کے لیے نہ تھی، آج کے لیے بھی ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ کفار کی فوجوں کا جو حال اُس وقت تھا وہ آج بھی ہے۔ قحبہ خانے اور فواحش کے اڈے اور شراب کے پیپے ان کے ساتھ جزو لاینفک کی طرح لگے رہتے ہیں۔ خفیہ طور پر نہیں بلکہ علی الاعلان نہایت بے شرمی کے ساتھ وہ عورتوں اور شراب کا زیادہ سے زیادہ حصہ مانگتے ہیں۔ اور ان کے سپاہیوں کو خود اپنی قوم ہی سے یہ مطالبہ کرنے میں باک نہیں ہوتا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو بڑی سے بڑی تعداد میں ان کی شہوات کا کھلونا بننے کے لیے پیش کرے۔ پھر بھلا کوئی دوسری قوم ان سے کیا اُمید کر سکتی ہے کہ یہ اُس کو اپنی اخلاق گندگی کی سنڈاس بنانے میں کوئی کسر اٹھا رکھیں گے۔ پس اہل ایمان کو قرآن کی یہ دائمی ہدایت ہے کہ ان فساق و فجار کے طور طریقوں سے بھی بچیں اور اُن ناپاک مقاصد میں بھی اپنی جان و مال کھپانے سے پرہیز کریں جن کے لیے یہ لوگ لڑتے ہیں۔ چنانچہ قاضی ابو یعلیٰ (م ۴۵۸ھ) الاحکام السلطانیہ میں فوج کے کمانڈر کے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ماتحت افواج کو دین و اخلاق کے حدود کا پابند رکھے۔

تقویٰ اور ذکر اللہ کا التزام:

۱۵۶۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ هُوَ وَجُيُوْشُهُ اِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوْا، وَاِذَا هَبَطُوْا سَبَّحُوْا۔ (تیسیر الوصول)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوجیں جب راستے میں کسی بلند مقام پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب پستی کی جانب اُترتے تو سبحان اللہ کہتے۔

۱۵۷۔ عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيْرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِيْ خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَمَنْ مَّعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا۔ (مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

ترجمہ: بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بڑی فوج یا کسی چھوٹی مہم کا کوئی امیر مقرر فرماتے تو اس کی ذات کو اللہ سے ڈرنے اور اپنے ساتھ جانے والے مسلمانوں سے نیک روش اختیار کرنے کی وصیت فرماتے۔

مشاورت کا اہتمام:

ارشاد باری ہے:

۱۵۸۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ (آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: (اے نبی!) ان کو (یعنی اپنے ساتھیوں کو) بھی شریک مشورہ رکھو۔

۱۵۹۔ وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ: ۳۸)

ترجمہ: اور اہل ایمان کے تمام معاملات باہم مشورہ سے طے پاتے ہیں۔

مشورہ اسلام کے نظام کی روح ہے۔ خواہ وہ سول کا نظام ہو یا فوج کا۔ اوّل الذکر آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رفقاء سے مشورہ کا حکم دیا ہے۔ اور دوسری آیت میں باہمی مشورے کو اہل ایمان کی مستقل خوبی بتایا گیا ہے۔ جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے جس ثابت قدمی اور بسالت کی ضرورت ہے وہ تب ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ لڑنے والوں کے دل اطمینان اور خود اعتمادی کے نور سے فروزاں ہوں اور یہ دولت دو ذریعوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک باطنی ذریعہ جس کا نام ایمان باللہ اور توکل علی اللہ ہے۔ اور دوسرا ظاہری ذریعہ جو باہمی مشاورت اور احساس ذمہ داری میں مشارکت سے عبارت ہے۔ امام شوکانی لکھتے ہیں: افواج کو اعتماد میں باہمی مشورہ سے لیا جا سکتا ہے۔

۱۶۰۔ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِيْ سُفْيَانَ، فَتَكَلَّمَ أَبُوْبَكْرٍ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ: إِيَّانَا تُرِيْدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلٰى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ: فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوْا۔ (احمد۔ مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابوسفیان کے حملے کی تیاری کی خبر ملی (جنگ بدر کے موقع پر) تو آپؐ نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے لڑنے کا مشورہ دیا، آپؐ چپ ہو گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اٹھ کر یہی مشورہ دیا۔ لیکن آپؐ چپ رہے۔ انصار میں سے سعدؓ بن عبادہ اُٹھے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! غالباً آپ کا روئے سخن ہماری جانب ہے۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں بھی کود پڑیں گے اور اگر آپؐ ہمیں حکم دیں کہ ہم برک الغماد پر جا کر دم لیں تو ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو لڑائی کا حکم دیا اور لوگ نکل پڑے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے موقع پر اپنے اصحاب سے یہ مشورہ لے کر کہ جنگ کریں یا نہ کریں بطور امیر مشورے کی اہمیت وحقیقت واضح فرما دی ہے۔ اور آپؐ کے ساتھیوںؓ نے اپنی غیر مشروط اطاعت کی یقین دہانی سے امیر کی فرماں برداری اور حکم کی تعمیل کی مثال قائم کی ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ افواج کو اعتماد میں صرف باہمی مشاورت ہی سے لیا جا سکتا ہے۔

۱۶۱- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا رَأَیْتُ اَحَدًا قَطُّ كَانَ اَكْثَرَ مَشُوْرَةً لِاَصْحَابِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (احمد۔ شافعی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا نہیں پایا۔

فوج کے ضعیف افراد سے حسنِ سلوک:

۱۶۲۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَتَخَلَّفُ فِی الْمَسِیْرِ فَیُزْجِی الضَّعِیْفَ وَ یُرْدِفُ وَ یَدْعُوْلَھُمْ

(ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ سفر کرتے وقت آپؐ قافلے سے پیچھے رہتے تھے اور کمزور کو سہارا دیتے۔ پیدل چلنے والوں کو اپنے پیچھے سوار کر لیتے۔ اہل لشکر کے حق میں دعا فرماتے۔

۱۶۳۔ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: رَأَی سَعْدٌ اَنَّ لَہٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَہٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ تُرْزَقُوْنَ وَ تُنْصَرُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ۔ (بخاری۔ نسائی)

ترجمہ: مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں: سعد کا خیال تھا کہ وہ دوسروں سے افضل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو فرمایا: تمہارا رزق اور تمہاری کامرانی صرف تمہارے کمزور اور غریب افراد کے بل پر ہے۔

مساوات :

۱۲۴- عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
الرَّجُلُ يَكُوْنُ حَامِيَةَ الْقَوْمِ اَيَكُوْنُ سَهْمُهٗ وَ سَهْمُ
غَيْرِهٖ سَوَاءً؟ قَالَ : ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ ابْنَ اُمِّ سَعْدٍ،
وَهَلْ تُرْزَقُوْنَ وَ تُنْصَرُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔ (مسند احمد)

ترجمہ : سعد بن مالک بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا : ایک آدمی قبیلے کا نگھبان اور محافظ ہوتا ہے کیا مالِ غنیمت میں سے اُس کا اور دوسرے کا حصہ برابر ہونا چاہیئے؟ آپؐ نے فرمایا : تیری ماں تجھے روئے اے اُمِّ سعد کے بیٹے! تمہاری تمام تر روزی اور تمہاری تمام تر کامرانیاں تمہارے کمزور اور پست لوگوں کی طفیل ہیں۔

۱۲۵- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ : كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ
كُلُّ ثَلَاثَةٍ عَلٰى بَعِيْرٍ، فَكَانَ اَبُوْلُبَابَةَ وَ عَلِيُّ بْنُ
اَبِيْ طَالِبٍ زَمِيْلَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ : فَكَانَتْ اِذَا جَاءَتْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَا : نَحْنُ نَمْشِيْ عَنْكَ ، قَالَ مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰى
مِنِّيْ وَ مَا اَنَا بِاَغْنٰى عَنِ الْاَجْرِ مِنْكُمَا۔ (شرح السنۃ)

ترجمہ : عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں : جنگ بدر کے موقع پر جب ہم نکلے تو ہم میں سے تین آدمیوں کے پاس ایک اونٹ

تھا۔ ابولبابہؓ اور علیؓ بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیادہ .... چلنے کی باری آئی تو ابولبابہؓ اور علیؓ دونوں کہنے لگے: ہم آپ کی باری پر پیادہ چلیں گے (اور آپ سوار رہیں) مگر حضورؐ نے فرمایا: تم مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور نہ میں تم سے زیادہ اجر سے بے نیاز ہوں۔

ماتحتوں سے نرم برتاؤ:

۱۶۶۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ۔ (احمد۔ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی بنتا ہے، اور پھر لوگوں پر سختی کرتا ہے تو تو بھی اُس پر سختی کر۔ اور جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی بن کر نرمی برتتا ہے تو تو بھی اُس پر نرمی برت۔

فرار کی ممانعت:

ارشاد باری ہے:

١٤٧ - يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

(الانفال : ١٦)

ترجمہ : اے ایمان والو! جب تم لشکر کی صورت میں کفار سے دوچار ہو تو ان کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرو۔ جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری ــــ الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے ــــ تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔

دشمن کے شدید دباؤ پر مرتب پسپائی (ORDERLY RETREAT) ناجائز نہیں ہے جبکہ اس کا مقصد اپنے عقبی مرکز کی طرف پلٹنا یا اپنی ہی فوج کے کسی دوسرے حصہ سے جا ملنا ہو۔ البتہ جو چیز حرام کی گئی ہے وہ بھگدڑ (ROUT) ہے جو کسی جنگی مقصد کے لیے نہیں بلکہ محض بزدلی و شکست خوردگی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اس لیے ہوا کرتی ہے کہ بھگوڑے آدمی کو اپنے مقصد کی بہ نسبت جان زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ ایک شخص کا بھگوڑا پن بسا اوقات ایک پوری پلٹن کو، اور ایک پلٹن کا بھگوڑا پن ایک پوری فوج کو بدحواس کر کے بھگا دیتا ہے۔ اور پھر جب ایک دفعہ کسی فوج میں بھگدڑ پڑ

جائے تو کہا نہیں جا سکتا کہ تباہی کس حد پر جا کر ٹھیرے گی۔

محاذ جنگ میں جس طرح مقابل فوج کے لیے بھگدڑ حرام ہے اسی طرح جنگ سے متاثر ہونے والی شہری آبادیوں کے ذمہ دار لوگوں اور افسروں اور عوام الناس کے لیے بھی اپنے شہروں سے بھاگ اٹھنا حرام ہے۔ اِلّا یہ کہ خود جنگی مقاصد کے تحت بعض آبادیوں کا انخلاء عمل میں آئے۔ اور فوج یا حکومت کی طرف سے اس انخلاء کی اجازت یا اعلان ہو۔

۱۶۸۔ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ، مَنْ جَاءَ یَعْبُدُ اللّٰہَ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَ یُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَ یَصُوْمُ رَمَضَانَ وَ یَجْتَنِبُ الْکَبَائِرَ فَاِنَّ لَہُ الْجَنَّۃَ، وَ سَاَلُوْہُ مَا الْکَبَائِرُ؟ قَالَ، اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَ قَتْلُ النَّفْسِ الْمُسْلِمَۃِ وَ فِرَارُ یَوْمِ الزَّحْفِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قیامت کو اس حال میں حاضر ہوگا کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا تھا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا تھا، نماز قائم کرتا تھا، زکوٰۃ ادا کرتا تھا، رمضان کے روزے رکھتا تھا اور کبائر سے اجتناب کرتا تھا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ صحابہ نے دریافت کیا: کبائر کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو

شریک ٹھہرانا، مسلمان جان کو قتل کرنا، اور جنگ کے دن راہ فرار اختیار کر لینا۔

۱۶۹۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ، قَالُوْا وَمَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبٰو وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سات چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں ان سے بچو۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ کون سی ہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا : اللہ سے شرک کرنا، جادو، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال ہضم کرنا اور جنگ کے روز پشت دکھانا، اور سیدھی سادی مومن اور پاکباز عورتوں پر تہمت لگانا۔

علامہ ابویعلی الاحکام السلطانیہ میں لکھتے ہیں : مجاہد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرے اور اپنے سے دوگنی طاقت سے منہ نہ پھیرے۔ اللہ تعالیٰ نے آغاز اسلام میں ہر مسلمان پر یہ لازم کیا تھا کہ وہ دس کافروں سے لڑے۔

ارشاد باری ہے :

۱۷۰- إِنْ يَكُنْ مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ، وَإِن يَكُن مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ○ (الانفال : ۶۵)

ترجمہ : اگر تم میں سے دس آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے۔ اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو کفار کے ہزار آدمیوں پر بھاری رہیں گے۔ کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس نسبت میں تخفیف کا حکم نازل فرمایا :

۱۷۱- اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ، فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ، وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ○ (الانفال : ۶۶)

ترجمہ : اچھا اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کیا اور اُسے معلوم ہوا کہ ابھی تم میں کمزوری ہے ، پس اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر اور ہزار آدمی ایسے ہوں تو وہ دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آئیں گے۔ مگر اللہ ساتھ انہی لوگوں کا دیا کرتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔

چنانچہ مسلمان پر اپنے سے دُگنی طاقت سے دو حالتوں کے علاوہ

فرار اختیار کرنا حرام ہے۔ ایک یہ کہ یہ پسپائی قتال ہی کے مقصد و منصوبہ کے تحت ہو۔ دوسرے کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے، خواہ وہ فوج قریب ہو یا بعید ہو۔ اگر وہ دگنی طاقت کے مقابلہ سے عاجز ہو اور ثابت قدمی کی صورت میں اسے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بھی اسے پشت دکھا کر بھاگ اٹھنا جائز نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ مجاہد کو چاہیے کہ وہ جب تک لڑ سکتا ہے دشمن سے لڑتا رہے اور عجز اور خوف قتل کی صورت میں جان بچانا چاہے تو بچا لے۔

انتشار اور بدنظمی سے احتراز :

۱۷۲۔ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَعَسْکَرَ تَفَرَّقُوْا عَنْهُ فِی الشِّعَابِ وَالْاَوْدِیَةِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، اِنَّمَا ذٰلِکُمْ الشَّیْطَانُ ، قَالَ : فَکَانُوْا بَعْدَ ذٰلِکَ اِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلًا اَنْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ حَتّٰی اِنَّکَ لَتَقُوْلُ لَوْ بَسَطْتَ عَلَیْهِمْ کِسَاءً لَعَمَّهُمْ اَوْ نَحْوَ ذٰلِکَ ۔ (ابوداؤد۔ احمد۔ حاکم)

ترجمہ : ابو ثعلبہ خشنی سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی منزل پر اتر کر پڑاؤ لگاتے تو لوگ اِدھر اُدھر وادیوں اور گھاٹیوں میں منتشر ہو جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا : "یہ شیطانی فعل ہے۔ اس کے بعد یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ جب اسلامی

فوج کسی جگہ اُترتی تو لوگ مل مل کر بیٹھتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر ایک چادر تان دی جائے تو سب کے سب نیچے آجائیں۔

۱۷۳۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ، غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ كَذَا وَكَذَا فَضَيَّقَ النَّاسُ الطَّرِيقَ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا فَنَادَى: مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا، أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ۔ (احمد، ابوداؤد)

ترجمہ: سہل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ لوگوں نے گزرگاہ کو تنگ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپؐ نے ایک منادی بھیجا اور یہ اعلان کرایا کہ جو کوئی منزل تنگ کرے، یا راہ گیروں کو لوٹے گا اُس کا جہاد نہیں ہوگا۔

شور و ہنگامہ سے اجتناب:

۱۷۴۔ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ، كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُونَ الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: قیس بن عبادہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ لڑائی کے دوران شور و ہنگامہ کو ناپسند کرتے تھے۔

بلا وجہ شور و ہنگامہ برپا کرنا ممنوع ہے۔ البتہ اگر اللہ کا ذکر

کیا جائے تکبیر و تہلیل کہی جائے تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو اللہ کا ذکر کرو۔

واپسی پر نماز شکر :

۱۷۵۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لِيْ : اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ : حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں : میں ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب ہم واپس مدینہ پہنچے تو حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ : مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔

۱۷۶۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى فَاِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ لِلنَّاسِ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ : کعب بن مالک سے مروی ہے : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر یہ عادت تھی کہ آپؐ سفر سے واپسی پر شہر میں دن کو چاشت کے وقت داخل ہوتے۔ اور آنے ہی سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر لوگوں کے پاس کچھ دیر تک مجلس فرماتے۔

نقل و حرکت کا بہترین وقت :

۱۷۷۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ : عَلَیْکُمْ بِالدُّلْجَۃِ فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰی بِاللَّیْلِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ : حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ تم لوگ رات کے پچھلے حصہ میں سفر کیا کرو۔ رات کو جلدی سفر طے ہوتا ہے۔

گھر واپس آنے کے آداب :

۱۷۸۔ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ : اِذَا دَخَلْتَ لَیْلًا فَلَا تَدْخُلْ اَھْلَکَ حَتّٰی تَسْتَحِدَّ الْمُغِیْبَۃُ وَ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَۃُ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ : حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اگر تمہارا رات کو شہر میں داخلہ ہو تو یکایک اہل و عیال کے پاس نہ جاؤ، بلکہ انتظار کرو، یہاں تک کہ بیوی (جس کا خاوند غائب رہا ہے) اپنے جسم کی صفائی کر لے اور اُلجھے ہوئے بالوں والی کنگھی پٹی کر لے۔

۱۷۹۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ نَحَرَ جَزُوْرًا اَوْ بَقَرَۃً۔ (بخاری)

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مدینہ واپس تشریف لائے تو آپ نے اونٹ یا گائے ذبح

فرمائی۔ (دعوتِ عام کا انتظام فرمایا)۔

یہ اس بات کی تعلیم ہے کہ جب فوجیں جنگی مہم سر کرنے کے بعد واپس آئیں تو عام باشندوں کو ان کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ ان کے لیے اجتماعی کھانے کا انتظام کرنا چاہیے۔ اخوّت و مودّت کا بھی یہی تقاضا ہے اور فوجوں کی اخلاقی مورال بلند کرنے کا اور قوم کے اندر جنگی اسپرٹ پیدا کرنے کا بھی یہی تقاضا ہے۔ یہ ذریعہ اظہارِ محبّت بھی ہے اور حوصلہ افزائی و قدردانی کا مظاہرہ بھی۔

باب ۱۶

جنگ کا نظام

- منافقین اور فتنہ پسندوں سے فوج کی تطہیر
- رجمنٹوں کے شعار
- دستوں کے اسلامی نام
- فوجوں کی تربیت و تنظیم
- جھنڈوں کا استعمال
- آنحضورؐ کا جھنڈا
- خروج اور حملے کے اوقات
- دشمن پر شدید دباؤ ڈالنا
- دشمن کے سامنے اظہارِ کبر کا جواز
- ہتھیار کا حق ادا کرنا
- دشمن کی جاسوسی کرنا
- دشمن کے مخبر کو قتل کرنا
- جنگ ایک چال ہے
- خدعہ کی ایک مثال

منافقین اور فتنہ پسندوں سے فوج کی تطہیر:

قائد یا امام فوج کا جائزہ لے اور ایسے لوگوں کی چھانٹی کر دے جو مجاہدین کے لیے رسوائی اور شکست کا باعث بنتے ہوں اور مسلمانوں کے اندر ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہوں یا مسلمانوں کی جاسوسی کا ان سے خطرہ ہو۔ ایسا گروہ سخت خطرناک ہوتا ہے۔ امام کے لیے ایسے گروہ سے فوج کی تطہیر لازمی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۸۰۔ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاَ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ج (التوبہ: ۴۷)

ترجمہ: اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے اندر خرابی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے۔ وہ تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے۔

یہ اُن منافقین کی طرف اشارہ ہے جو غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ نکلے تھے اور طرح طرح کے حیلوں سے گھر میں بیٹھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کا نہ نکلنا ہی بہتر تھا۔ کیونکہ

اگر یہ نکلتے تو مدد کے بجائے الٹا اسلامی فوج کو پریشان کرتے۔ لگائی بجھائی کر کے آپس میں تفرقے ڈلتے۔ جھوٹی خبریں اڑا کر ہراساں کرتے۔ دشمن کا رعب دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔

رجمنٹوں کے شعار:

ہر رجمنٹ کا شعار اپنا ہو جو دوسروں سے اُسے متمایز کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۸۱۔ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ۔ (الفتح ۲۹)

ترجمہ: اُن کا شعار اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشانات ہیں۔

چہرے پر سجدے کا نشان مسلمان کا مستقل اور دائمی شعار ہے جو اُسے ہر وقت غیر سے ممیز کیے رکھتا ہے۔ فوج کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے جو وقتاً فوقتاً شعار اختیار فرمائے اُن کی تفصیل یہ ہے:

۱۸۲۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ الْعَدُوَّ غَدًا فَإِنَّ شِعَارَكُمْ: حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ۔ (احمد)

ترجمہ: براء بن عازب بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ کے موقع پر فرمایا: کل کو تمہارا دشمن سے پالا پڑے گا لہٰذا تمہارا شعار یہ ہونا چاہیے "حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ" (دشمن کبھی کامیاب نہ ہوں گے)۔

۱۸۳۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ شِعَارُنَا لَيْلَةَ بَيَّتْنَا فِيهَا هَوَازِنَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَمَّرَہٗ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَمِتْ اَمِتْ ، وَ قَتَلْتُ بِیَدِیْ لَیْلَتَئِذٍ سَبْعَۃَ اَھْلِ اَبْیَاتٍ
(ابوداؤد - نسائی - ابن ماجہ ، احمد)

ترجمہ : سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبیلۂ ہوازن پر جب رات کو حملہ کیا تھا تو ہمارا شعار تھا : اَمِتْ اَمِتْ (مارڈالو دشمن کو) - اس مہم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا تھا اور میں نے حملے کی رات اپنے ہاتھ سے سات گھرانے قتل کیے -

۱۸۴- عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ جَعَلَ شِعَارَ الْمُھَاجِرِیْنَ : یَا بَنِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَ شِعَارَ الْخَزْرَجِ : یَا بَنِیْ عَبْدِ اللّٰہِ ، وَ شِعَارَ الْاَوْسِ : یَا بَنِیْ عُبَیْدِ اللّٰہِ - (ابوداؤد)

ترجمہ : عروہ بن زبیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کا شعار : یا بنی عبدالرحمٰن ، خزرج کا شعار : یا بنی عبداللہ ، اور اوس کا شعار : یا بنی عبیداللہ ، مقرر فرما رکھا تھا -

دستوں کے اسلامی نام :

۱۸۵- عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : اَمَّا بَعْدُ ، فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ سَمّٰی خَیْلَنَا "خَیْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی" وَکَانَ یَاْمُرُنَا بِالْجَمَاعَۃِ اِذَا فَزِعْنَا ، وَالصَّبْرِ وَالسَّکِیْنَۃِ

إِذَا قَاتَلْنَا۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: سمرۃؓ بن جندب بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھڑسوار دستے کو خَيْلُ اللّٰهِ (اللہ کے شاہسوار) کا نام دیا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم کسی گھبراہٹ میں مبتلا ہوں تو فوراً مل جل کر رہیں، اور جب میدانِ قتال میں ہوں تو صبر وسکون سے کام لیں۔

فوجوں کی ترتیب وتنظیم:

۱۸۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُمِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوْشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین قافلۂ سفر چار آدمیوں کا ہے۔ بہترین پلٹن چار سو سپاہیوں کی ہے اور بہترین فوج چار ہزار افراد کی ہے۔ اور ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ ۱۲ ہزار کی فوج قلت کی وجہ سے مغلوب ہو جائے۔

۱۸۷۔ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ (الصف ۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں یوں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

۱۸۸۔ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ صَفَفْنَا يَوْمَ بَدْرٍ فَبَدَرَتْ مِنَّا

بَادِرَةً اَمَامَ الصَّفِّ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : مَعِي مَعِي (نیل الاوطار)

ترجمہ : ابوایوبؓ بیان کرتے ہیں : ہم نے بدر کے روز جب صفیں بنائیں تو ہم میں سے ایک صاحب یوں ہی صف سے آگے بڑھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر اُنہیں آواز دی کہ "میری طرف میری طرف" (یعنی اُنہیں اپنے پاس واپس بلایا اور صف شکنی سے منع فرمایا۔)

جھنڈوں کا استعمال :

۱۸۹- عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَسْتَحِبُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يُقَاتِلَ تَحْتَ رَايَةِ قَوْمِهٖ (احمد)

ترجمہ : عمار بن یاسرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ پسند فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص اپنے دستے کے جھنڈے کے نیچے رہ کر لڑے۔

۱۹۰- عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَ لِوَاؤُهٗ اَبْيَضُ - (بخاری - مسلم - ابوداؤد - ترمذی)

ترجمہ : حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر شہر میں داخل ہوئے تو اس وقت آپؐ کے علم مبارک کا رنگ سفید تھا۔

۱۹۱- عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَايَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا كَانَتْ ؟ قَالَ كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

ترجمہ: براءؓ بن عازب سے جب دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا رنگ کیسا تھا تو انہوں نے بتایا کہ آپؐ کا جھنڈا سیاہ، چوکور اور نقطوں والا تھا۔

۱۹۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ، كَانَتْ رَايَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سَوْدَاءَ وَلِوَاؤُهُ اَبْيَضُ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا رنگ سیاہ اور علم کا رنگ سفید تھا۔

رایہ (یعنی جھنڈے) سے مراد پلٹنوں کا جھنڈا ہے۔ اور لواء (یعنی علم) سے مراد سپہ سالار کا جھنڈا ہے۔

آنحضورؐ کا جھنڈا:

۱۹۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، كَانَ مَكْتُوْبًا عَلٰى رَايَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" (نیل الاوطار)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے پر یہ حروف لکھے ہوئے تھے:

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

خروج اور حملے کے اوقات :

۱۹۴- عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ - (بخاری ، مسلم)

ترجمہ : کعبؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے جمعرات کو روانہ ہوئے تھے اور عام طور پر آپؐ جمعرات ہی کو نکلنا پسند فرمایا کرتے تھے۔

۱۹۵- عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ وَيَنْزِلَ النَّصْرُ - (احمد ، ابوداؤد)

ترجمہ : نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگیں دیکھی ہیں : آپؐ کا طریقہ تھا کہ اگر دن کے پہلے حصے میں لڑائی شروع نہ کر دیتے تو پھر لڑائی کو اس وقت تک مؤخر کر دیتے کہ سورج ڈھل جائے ، ہوائیں چلنے لگ جائیں اور اللہ کی مدد کا نزول ہو جائے ۔

ابوداؤد اور ترمذی میں یہی روایت نعمانؓ بن مقرن سے با یں الفاظ وارد ہے :

۱۹۶- غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ

إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَمْسَكَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتْ قَاتَلَ، فَإِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ أَمْسَكَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ فَإِذَا زَالَتْ قَاتَلَ حَتَّى الْعَصْرِ ثُمَّ أَمْسَكَ حَتَّى يُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ يُقَاتِلُ وَ يُقَالُ عِنْدَ ذَالِكَ تَهِيجُ رِيَاحُ النَّصْرِ وَيَدْعُوا الْمُؤْمِنُونَ لِجُيُوشِهِمْ فِيْ صَلَوٰتِهِمْ۔

ترجمہ: (نعمان بن مقرن ہی سے مروی ہے کہ) جنگ کے دوران جب فجر طلوع ہو جاتی تو آپ لڑائی چھوڑ دیتے اور سورج کے نکل آنے کا انتظار فرماتے۔ جب سورج نکل آتا تو لڑائی شروع کر دیتے۔ ایسے ہی جب سر پر دن ہوتا تو رک جاتے اور زوال تک رکے رہتے۔ زوال کے بعد لڑائی کرتے اور عصر تک جاری رکھتے۔ عصر کی نماز کے لیے لڑائی کو روک دیتے۔ نماز کے بعد پھر لڑائی شروع کر دیتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ان وقتوں میں فتحمندی کی ہوا چلتی ہے اور اہل ایمان اپنی فوجوں کی کامیابی کے لیے اپنی نمازوں میں دعائیں کرتے ہیں۔

آپؐ بالعموم صبح کے وقت یا پچھلے پہر لڑائی کرتے تھے۔ شرکائے جنگ کو یہی طریقہ معلوم تھا، اور جو جنگ میں شریک نہ ہوتے تھے وہ بھی یہ جانتے تھے کہ اسلامی فوج کا مقابلہ دشمن سے صبح یا پھر شام کو ہوتا ہے۔ اس لیے وہ ان اوقات میں خاص طور پہ دعائیں کرتے تھے۔ راحت کا وقفہ گزرنے کے بعد تازہ دم ہو کر جب لڑائی کی جاتی ہے تو کامیابی کا تناسب بڑھ جاتا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عین قتال کے اندر بھی اسلامی فوج نماز قائم کرتی رہی ہے۔ نماز اگرچہ مختصر ہوتی تھی اور مخصوص طریقے سے ادا کی

جاتی تھی، مگر سخت مجبوری کے بغیر نماز کو قضا نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ نماز دن کی یہی پابندی ہی کامیابی کی ہوائیں لاتی رہی ہے۔

دشمن پر شدید دباؤ ڈالنا :

ارشاد باری ہے :

۱۹۷۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ (الفتح)

ترجمہ : محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لیے تو سخت ہیں مگر آپس میں بڑے رحم دل اور شفیق ہیں۔

۱۹۸۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۔

ترجمہ : اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کرو۔ ان پر سختی برتو۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔

دشمن کے سامنے اظہارِ کبر کا جواز :

۱۹۹۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلْخُيَلَاءُ الَّتِيْ يُحِبُّ اللّٰهُ اِخْتِيَالُ الْعَبْدِ بِنَفْسِهٖ عِنْدَ الْقِتَالِ ۔

ترجمہ : حضرت جابر بن عتیک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ صرف اس کبر کو پسند فرماتا ہے جس کا اظہار بندہ لڑائی کے دوران کرتا ہے۔

کبر و خود پسندی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مبغوض ترین صفت ہے۔
صرف ایک موقع ایسا ہے جب اللہ تعالیٰ کبر کے اظہار کو پسند فرماتا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمان سپاہی دشمن پر رعب ڈالنے اور اسلامی فوج کی آن بان جتلانے کے لیے سینہ تان کر اور اکڑ کر چلے۔

۲۰۰۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عُقْبَةَ عَنْ اَبِیْهِ وَ کَانَ مِنْ اَهْلِ فَارِس، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اُحُدًا فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَقُلْتُ: خُذْهَا وَ اَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِیُّ، فَالْتَفَتَ اِلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: هَلَّا قُلْتَ وَ اَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِیُّ، اِنَّ ابْنَ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَ اِنَّ مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْهُمْ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی عقبہ اپنے باپ سے (جو فارسی الاصل تھے) روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کی جنگ میں شریک تھا۔ میں نے ایک مشرک کو ضرب لگائی اور ساتھ ہی یہ کہا: لے چکھ اس کا مزہ مجھ فارسی چھوکرے کے ہاتھ سے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: "انصاری چھوکرا" کیوں نہیں کہتے۔ قبیلے کا بھانجا قبیلے ہی کا ایک فرد ہے۔ اسی طرح قبیلہ کا آزاد کردہ غلام بھی اُسی قبیلہ کا ایک فرد ہے۔

ہتھیار کا حق ادا کرنا :

۲۰۱- اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ظَاھَرَ یَوْمَ اُحُدٍ بَیْنَ دِرْعَیْنِ ، وَ اَخَذَ سَیْفًا فَھَزَّہٗ وَ قَالَ مَنْ یَّاْخُذُ ھٰذَا السَّیْفَ بِحَقِّہٖ ؟ فَقَامَ اِلَیْہِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَاَعْرَضَ عَنْہُ ، ثُمَّ قَامَ الزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَ قَالَ اَنَا اٰخُذُہٗ فَاَعْرَضَ عَنْہُ فَوَجَدَا فِیْ اَنْفُسِھِمَا . ثُمَّ عَرَضَہُ الثَّالِثَۃَ ، وَ قَالَ : مَنْ یَّاْخُذُ ھٰذَا السَّیْفَ بِحَقِّہٖ ؟ فَقَامَ اِلَیْہِ اَبُوْدُجَانَۃَ سِمَاکُ بْنُ خَرْشَۃَ ، فَقَالَ ، وَ مَا حَقُّہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ فَقَالَ : اَنْ تَضْرِبَ بِہٖ فِی الْعَدُوِّ حَتّٰی یَنْحَنِیْ ، فَاَخَذَہٗ مِنْہُ وَ اَعْلَمَ بِعَصَابَۃٍ حَمْرَاءَ ، کَانَ اِذَا اَعْلَمَ بِھَا عَلِمَ النَّاسُ اَنَّہٗ سَیُقَاتِلُ وَ یُبْلِیْ (مسلم ، احمد ، ابن اسحاق ، ابن کثیر)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے روز نیچے اوپر دو زرہیں زیب تن فرمالیں ، اور ایک تلوار پکڑی اور اُسے ہوا میں لہرا کر فرمایا کہ کون اس تلوار کو پکڑنے کا حقدار ہے ؟ عمر بن خطاب پکڑنے کے لیے اُٹھے مگر آپ نے اُن سے منہ پھیر لیا - پھر زبیر بن عوام اٹھے اور کہنے لگے ، میں پکڑتا ہوں - آپ نے ان کو بھی نہ دی - اس پر دونوں بزرگوں نے دل میں اس کا کچھ غم محسوس کیا - آپ نے تیسری مرتبہ تلوار کو پیش کیا اور فرمایا : کون ہے جو اسے پکڑے اور اس کا حق ادا کرے - ابودجانہ (جن کا نام سماک بن خرشہ تھا)

اٹھے اور عرض کرنے لگے : یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:
اس کا حق یہ ہے کہ تو اسے دشمن پر اس قدر چلائے کہ دُہری ہو جائے ـــــ
ابو دجانہ نے تلوار حضورؐ کے ہاتھ سے لی اور سُرخ پٹکا سر پہ باندھ لیا۔ اور ابو دجانہؓ
سرخ پٹکا باندھ کر اگر کبھی دشمن کی طرف نکلتے تھے تو لوگوں کو پتہ ہوتا تھا کہ اب
یہ لڑیں گے اور خوب جوہر دکھائیں گے۔

دشمن کی جاسوسی کرنا :

۲۰۲۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ :
اشْتَدَّ الْاَمْرُ یَوْمَ الْخَنْدَقِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ، اَلَا رَجُلٌ یَّاْتِیْنَا بِخَبَرِ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ ؟ فَانْطَلَقَ
الزُّبَیْرُ فَجَآءَ بِخَبَرِھِمْ ثُمَّ اشْتَدَّ الْاَمْرُ اَیْضًا فَذَکَرَ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ
اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیًّا وَ اِنَّ الزُّبَیْرَ حَوَارِیَّ۔

ترجمہ : حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق
میں جب گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: بنو قریظہ کی خبر ہمیں کون لا کر دے سکتا ہے؟ چنانچہ زبیر نکلے اور اُن
کے پورے حالات معلوم کر کے آئے، دوبارہ پھر معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ اس
طرح تین مرتبہ معرکہ کارزار گرم ہوا اور حضورؐ بنو قریظہ کی خبر منگواتے رہے اور
ہر مرتبہ زبیر خبر لا کر دیتے رہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حواری
(ساتھی) ہوتا تھا، میرے حواری زبیر ہیں۔

۲۰۳- عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُسَيْسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا فَعَلَتْ عِيْرُ اَبِيْ سُفْيَانَ، فَجَاءَ وَمَا فِي الْبَيْتِ اَحَدٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — قَالَ: لَا اَدْرِيْ مَا اسْتَثْنٰى بَعْضَ نِسَائِهٖ، — فَحَدَّثَهُ الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ثابت حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُسَیْسَہ کو جاسوس بنا کر بھیجا تاکہ یہ دیکھ کر آئیں کہ ابو سُفیان کے قافلے کا کیا منصوبہ ہے۔ چنانچہ بُسیسہ جب واپس آئے تو اُس وقت گھر میں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہ تھا — (ثابت کہتے ہیں کہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت انس نے گھر میں آنحضورؐ کی کسی بیوی کی موجودگی کا ذکر کیا ہے یا نہیں) — اور انہوں نے قافلے کے پورے حالات حضورؐ سے بیان کیے۔

دشمن کے مُخبر کو قتل کرنا:

۲۰۴- عَنْ اِیَاسِ بْنِ سَلَمَةَ الْاَكْوَعِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَجَاءَ عَيْنُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ يَتَضَحَّوْنَ فَدَعَوْهُ اِلٰى طَعَامِهِمْ، فَلَمَّا فَرَغَ الرَّجُلُ رَكِبَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَذَهَبَ مُسْرِعًا

يَتَّبِعْ دَ اَصْحَابَهُ قَالَ : فَاَدْرَكْتُهُ فَاَنَخْتُ رَاحِلَتَهُ وَضَرَبْتُ عُنُقَهُ فَنَفَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَبَهُ (وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيْ) فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ (بخاری، ابوداؤد، احمد)

ترجمہ : ایاس بن سلمہ اکوع اپنے باپ (سلمہ) سے روایت کرتے ہیں کہ (غزوہ حنین کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھی دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ مشرکین کا ایک جاسوس آیا۔ لوگوں نے اسے کھانے کی دعوت دی۔ چنانچہ وہ شخص جب کھانے سے فارغ ہوگیا تو اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر جلدی سے بھاگ چلا تاکہ اپنی فوج کو جاکر خبردار کرے۔ سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اُس کو پیچھے سے جا لیا، اُس کی اونٹنی کو نیچے بٹھایا اور تلوار سے اس کی گردن اڑادی۔ چنانچہ اس کے پاس جو کچھ سامان تھا وہ سارا حضورؐ نے مجھے غنیمت میں دے دیا۔ (بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ) جب وہ بھاگنے لگا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے تلاش کرو اور قتل کر ڈالو۔

جنگ ایک چال ہے :

۲۰۵۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ، اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)۔

ترجمہ : حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا : لڑائی ایک چال ہے۔

۲۰۶- عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَلَّمَا يُرِيْدُ غَـزْوَةً يَغْـزُوْهَا إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَ غَزْوَةُ تَبُـوْكَ فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ حَـرٍّ شَدِيْدٍ اسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَ مَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ كَثِيْرٍ فَجَلَّا لِلْمُسْلِمِيْنَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوْا أُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ وَ أَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ۔

(ابوداؤد ، مسند احمد)

ترجمہ : کعبؓ بن مالک بیان کرتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ کے لیے نکلتے تھے تو کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ آپؐ نے یہ ظاہر نہ کیا ہو کہ آپؐ غزوہ کے بجائے کسی اور کام کا ارادہ رکھتے ہیں (یعنی آپؐ غزوہ کی اور غزوہ کی سمت کی کسی کو خبر نہ ہونے دیتے تھے) البتہ غزوہ تبوک کا معاملہ آپؐ نے مسلمانوں پر کھول دیا تھا۔ کیونکہ یہ غزوہ آپؐ نے سخت گرمی میں کیا۔ دُور دراز کا سفر تھا۔ خطرناک صحرا راستے میں تھا اور دشمن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ اس لیے آپؐ نے بات کو پہلے سے کھول دیا تھا، اور جس سمت کا رُخ کرنا تھا اُس سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔ تاکہ مجاہدین دشمن کی حیثیت کو سامنے رکھ کر تیاری کریں۔

غزوۂ تبوک رجب ۹ھ میں ہوا۔ اس غزوہ میں مقابلہ رومی

طاقت سے تھا۔ اس سے پہلے جتنے غزوات ہوئے اُن میں عربوں سے مقابلہ تھا۔ مسلمان جنگ کے ان تمام طریقوں اور ہتھیاروں سے واقف تھے جو عربوں میں رائج تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربوں کے ساتھ مقابلہ کے وقت بالعموم خاموشی سے نکلتے تھے اور جنگ کے ہدف اور راستہ کی کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔ لیکن غزوہ تبوک کے موقع پر جب کہ مقابلہ ایک ایسی قوم سے تھا جس کے جنگی طریقوں اور ہتھیاروں سے کم لوگ آشنا تھے، آپ نے اس کی اطلاع عام کر دی تاکہ لوگ دشمن کے لیے موثر تیاری کریں اور یہ بھی جان لیں کہ راستہ کتنا کٹھن اور دشوار گزار ہے۔

خُدعہ کی ایک مثال :

اسلام نے جنگ کے اندر جس خُدعہ کو جائز قرار دیا ہے اس سے مراد وہ خدعہ ہے جس میں عہد شکنی، اصول کی خلاف ورزی اور صریح کذب نہ ہو۔ مثلاً جائز اور مشروع خدعہ یہ ہے کہ امیر لشکر دشمن کو اس وہم میں مبتلا کر دے کہ اسلامی افواج کے پاس غیر معمولی عددی طاقت اور اسلحہ کی فراوانی ہے۔ اس معاملے میں اسلام کی احتیاطیں اُن تمام احتیاطوں سے فائق تر ہیں جو موجودہ قوانین جنگ کے اندر درج ہیں۔

خُدعہ کا صحیح ترجمہ ہے "چال"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر و بیشتر غزوات میں "چال" سے کام لیا ہے۔ اور مختلف صحابہ کو بھی اس کام پر مامور کیا ہے۔ اس سلسلہ میں جنگ احزاب کے موقع پر آپ کی طرف سے جو تدبیر اختیار کی گئی ہے وہ تاریخ حرب کی نہایت قابلِ ذکر مثال ہے۔

غزوۂ احزاب ۵ھ میں ہوا تھا۔ یہ دراصل تمام قبائل عرب کی طرف سے مدینہ پر مشترک حملہ تھا۔ شمال کی طرف سے بنی نضیر اور بنی قینقاع کے یہود آئے تھے۔ مشرق کی طرف سے غطفان کے قبائل نے پیشقدمی کی اور جنوب کی جانب سے قریش اپنے حلیفوں کی بھاری جمعیت لے کر آگے بڑھے۔ مجموعی تعداد دس ہزار تھی۔ یہ تو بیرونی حملہ آور تھے۔ اندر سے ایک طرف بنی نضیر کی کوششوں سے بنی قریظہ جو مدینہ طیبہ کے جنوب مشرقی گوشے میں رہتے تھے مسلمانوں کے ساتھ غداری پر تُل گئے تھے، اور اُس معاہدے کو فسخ کر رہے تھے جو اُن کے اور مسلمانوں کے درمیان تھا۔ دوسری طرف منافقین نے نفسیاتی حملے اور حوصلہ شکن افواہیں پھیلانا بھی شروع کر دی تھیں۔ ان حالات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس متحدہ محاذ میں پھوٹ ڈالنے کی متعدد کوششیں فرمائیں۔ ذیل کی کوشش اس سلسلہ کی نہایت کامیاب جنگی چال تھی:

"اسی دوران میں قبیلۂ غطفان کی شاخ اشجع کے ایک صاحب نعیم بن مسعود مسلمان ہو کر حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابھی تک کسی کو بھی میرے قبول اسلام کا علم نہیں ہے، آپ مجھ سے اسوقت جو خدمت لینا چاہیں میں اسے انجام دے سکتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا: تم جا کر دشمنوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرو۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا تھا: الحرب خدعۃ (جنگ میں دھوکہ دینا جائز ہے)۔ چنانچہ وہ پہلے بنی قُریظہ کے پاس گئے جن سے ان کا بہت میل جول تھا، اور ان سے کہا

کہ قریش اور غطفان تو محاصرہ سے تنگ آکر واپس بھی جا سکتے ہیں۔ ان کا کچھ نہ بگڑیگا مگر تمہیں مسلمانوں کے ساتھ اسی جگہ رہنا ہے۔ وہ لوگ اگر چلے گئے تو تمہارا کیا بنے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اس وقت تک جنگ میں حصہ نہ لو جب تک ان باہر سے آئے ہوئے قبائل کے چند نمایاں آدمی تمہارے پاس یرغمال کے طور پر نہ بھیج دیئے جائیں۔ یہ بات بنی قریظہ کے دل میں اتر گئی اور انہوں نے متحدہ محاذ کے قبائل سے یرغمال طلب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر یہ صاحب قریش اور غطفان کے سرداروں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ بنی قریظہ کچھ ڈھیلے پڑتے نظر آرہے ہیں، بعید نہیں کہ وہ تم سے یرغمال کے طور پر کچھ آدمی مانگیں اور انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر کے اپنا معاملہ صاف کر لیں۔ اس لیے ذرا ان کے ساتھ ہوشیاری سے معاملہ کرنا۔ اس سے متحدہ محاذ کے لیڈر بنی قریظہ کی طرف سے کھٹک گئے اور انہوں نے قرظی سرداروں کو پیغام بھیجا کہ اس طویل محاصرے سے اب ہم تنگ آگئے ہیں۔ اب ایک فیصلہ کن لڑائی ہو جانی چاہیے، کل تم ادھر سے حملہ کرو اور ہم ادھر سے یک بارگی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ بنی قریظہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ لوگ جب تک اپنے چند نمایاں آدمی یرغمال کے طور پر ہمارے حوالہ نہ کر دیں، ہم جنگ کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اس جواب سے متحدہ محاذ کے لیڈروں کو یقین آگیا کہ نعیم کی بات سچی تھی۔ انہوں نے یرغمال دینے سے انکار کر دیا اور اس سے بنی قریظہ نے سمجھ لیا کہ نعیم نے ہم کو ٹھیک مشورہ دیا تھا۔ اس طرح یہ جنگی چال بہت کامیاب ثابت ہوئی، اور اس نے دشمنوں کے کیمپ میں پھوٹ ڈال دی۔ (اقتباس تفہیم القرآن، از مولانا مودودی)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک سپہ سالار کو جو فارس کے محاذ پر لڑ رہے تھے یہ خط لکھا کہ: مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ تمہاری فوج کے بعض سپاہی فارسی سپاہیوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی سپاہی بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور وہاں پناہ لے لیتا ہے تو مسلمان سپاہی اُسے یہ دلاسا دے کر کہ تجھے کوئی خطرہ نہیں ہے نیچے اُتار لیتا ہے اور پھر اُسے قتل کر ڈالتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے آئندہ اگر ایسی کوئی خبر کسی کے بارے میں مجھے ملی تو میں اُس کی گردن اُڑا دوں گا۔" اس خط میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس امر کی جانب توجہ دلائی ہے کہ دشمن کے لشکر کا اگر کوئی فرد جان بچا کر فرار ہو جائے اُسے نہ قتل کیا جائے۔ اس طرح کسی شخص کو اس وہم میں ڈال دینا کہ اُسے امان ہے اور پھر اس پر قابو پا کر قتل کر ڈالنا ناجائز ہے۔ اُصول یہ ہے کہ خدعہ وہ صحیح ہے جس میں نقض عہد یا نقض امان نہ ہو۔

باب ۱۷

جنگ کے احکام

دعوتِ اسلام پیش کرنا	قتل میں احتیاط
فسخِ معاہدہ	باندھ کر مارنے کی ممانعت
غیر مقاتلین کو قتل کرنے کی ممانعت	سفیر کو قتل کرنے کی ممانعت
غفلت میں حملہ کرنے سے احتراز	اسلام کا اقرار کرنیوالے کے قتل کی ممانعت
مصلحت کے تحت شبخون مارنے کی اجازت	مالِ غنیمت میں خیانت کی ممانعت
آگ میں جلانے کی ممانعت	لوٹ مار کی ممانعت
لاشوں کی قطع و برید کی ممانعت	عام تباہ کاری اور فساد کی ممانعت

تخریب کی مشروط اجازت

جنگ سے پہلے دعوتِ اسلام پیش کرنا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

۲۰۷۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل : ۱۲۵)

ترجمہ : اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مجادلہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔

۲۰۸۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ (بنی اسرائیل : ۱۵)

ترجمہ : اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک (لوگوں کو حق اور باطل کا فرق سمجھانے والا) پیغام بر نہ بھیج دیں۔

پہلی آیت میں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اسلام کی دعوت دینے کی تاکید کی گئی ہے، اور دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اُصول ہے کہ جب تک وہ کسی قوم کے اندر اپنا پیغام بر نہیں بھیجتا، اور اس پر حجت قائم نہیں فرمالیتا، تب تک اُس پر عذاب نازل نہیں فرماتا۔ فقہاء نے اس آیت سے جنگ کا یہ قانون اخذ کیا ہے کہ کسی قوم کے خلاف اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک اُسے اسلام کی دعوت نہ پیش کر لی

جائے یا اُسے ان مظالم اور فتنہ پردازیوں سے باز رہنے کی تنبیہ نہ کردی جائے جو بندگانِ خدا کے ساتھ وہ روا رکھ رہی ہو۔ اس لیے کہ مظلوم کی حمایت اسلام کا فرضِ اولین ہے۔

۲۰۹۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَا قَاتَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَوْمًا قَطُّ إِلَّا دَعَاهُمْ (احمد)

ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم سے دعوت دیے بغیر لڑائی نہیں کی۔

۲۱۰۔ عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيْرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ مَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ، قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ ، اغْزُوْا وَ لَا تَغُلُّوْا ، وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا ، وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا ، وَ إِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ كُفَّ عَنْهُمْ : اُدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ كُفَّ عَنْهُمْ ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ ، فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِي عَلَيْهِمُ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ لَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ

وَالْغَنِيْمَةِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ۔

(مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

ترجمہ: بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو لشکر کا امیر مقرر فرماتے، خواہ وہ بڑا لشکر ہوتا یا کوئی چھوٹی مہم تو پہلے اُس کی ذات خاص کو اللہ سے ڈرنے کی اور اپنے ساتھی مسلمانوں سے نیک برتاؤ کرنے کی وصیت فرماتے۔ اس کے بعد فرماتے: اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں لڑو، جن لوگوں نے اللہ سے کفر کی روش اختیار کر رکھی ہے اُن سے جنگ کرو۔ غلول (خیانت) نہ کرو، بدعہدی نہ کرو، لاشوں کو بے حرمت نہ کرو، نومولود کو قتل نہ کرو، اور جب مشرکین میں سے کسی دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو پہلے اُسے تین باتوں کی دعوت پیش کرو۔ اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک قبول کر لیں تو تم بھی ان کو منظور کر لو اور لڑائی سے ہاتھ روک لو، وہ تین باتیں یہ ہیں: پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ یہ دعوت قبول کر لیں تو لڑائی سے ہاتھ اٹھا لو، اور پھر ان کو اپنے دیار چھوڑ کر دار الہجرت میں آنے کی دعوت دو، اگر وہ اپنے دیار کو چھوڑنے سے انکار کر دیں تو ان کو بتا دو کہ پھر اُن کی حیثیت مسلمان اعرابیوں کی ہوگی ان پر وہی احکام عائد ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں پر ہوتے ہیں، لیکن فئ اور غنیمت کے اموال میں سے انہیں کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ یہ حصہ انہی

کو ملے گا جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں گے۔ اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو ان سے دریافت کرو کہ کیا جزیہ دینے پر راضی ہیں۔ اگر جزیہ تسلیم کرلیں تو اسے تم بھی منظور کرلو اور لڑائی سے ہاتھ اٹھالو، اگر وہ ذمی بننے سے بھی انکار کردیں تو پھر اللہ سے ان پر غلبہ پانے کی مدد مانگو اور ان سے لڑائی کرو۔

حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو جھنڈا دے کر خیبر پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ تاکید فرمائی تھی کہ میدان کارزار میں اترنے سے پہلے اہل خیبر کو اسلام کی دعوت پیش کی جائے۔ آپ کے الفاظ تھے: لان یھدی اللہ بك رجلا واحدا خیرلك من حمر النعم (تیرے ہاتھ پر ایک شخص کا ہدایت پالینا تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے)۔

اسی طرح فروہ بن مسیک سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ کیا میں اپنی قوم کے سرداروں اور عوام سے مقابلہ کروں، آپ نے اجازت عنایت فرمادی اور جب جانے لگے تو بلا کر ہدایت فرمائی: لا تقاتلھم حتی تدعوھم الی الاسلام (اسلام کی دعوت دیے بغیر ان سے قتال نہ کرنا)۔ امام شوکانی لکھتے ہیں: ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قتال سے پہلے کفار کو دعوت اسلام پیش کرنا مطلق طور پر فرض ہے۔

جنگ کا اعلان کیے بغیر یک بارگی حملہ کردینا اسلام کی تعلیم کے منافی

ہے[1]۔ فقہائے اسلام کے ایک گروہ کی تو یہ رائے ہے کہ اگر اسلامی لشکر کا قائد الٹی میٹم دیے بغیر دشمن پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور غفلت میں دشمن کے کچھ لوگوں کو مار ڈالتا ہے تو اس پر مقتولین کا خون بہا ادا کرنا لازم ہے۔ شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں دشمن کے ایک مقتول شخص کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہوگی۔ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اعلانِ جنگ کرنے کے

---

[1] بلاذری نے فتوح البلدان اور ابن اثیر نے تاریخ الکامل میں اس سلسلہ میں ایک حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو ان کے پاس سمرقند کے لوگوں کا ایک وفد آیا اور اس نے فاتح سمرقند قتیبہ بن مسلم باھلی کی یہ شکایت کی کہ وہ دھوکہ دے کر شہر میں داخل ہو گئے ہیں اور وہاں مسلمانوں کو بسا دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سمرقند کے فوجی علاقے کے گورنر کو لکھا کہ: اس وفد کی شکایت قاضی کے سامنے پیش کی جائے۔ اگر ان کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے تو مسلمانوں کو سمرقند سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں کے قاضی جمیع بن حاضر الباجی کی عدالت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور انہوں نے مسلمانوں کو سمرقند سے نکل جانے کا فیصلہ دیا۔ اہل سمرقند اسلامی عدالت کے فیصلے سے بڑے متاثر ہوئے اور اسے اسلام کی بہت بڑی خوبی سمجھا اور وہیں برضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان کر دیا۔

(کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲)

بعد فوراً نہ حملہ کیا جائے بلکہ دشمن کو فیصلے کے لیے پوری مہلت دی جائے۔
امام سرخسی فرماتے ہیں کہ کم از کم ایک رات کی مہلت ہونی چاہیے۔ ۱۹۰۷ء
میں ہیگ کانفرنس میں ہالینڈ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ جنگ کے اعلان کے
بعد دشمن کو کم از کم ۲۴ گھنٹے کی مہلت دینی چاہیے۔ لیکن کسی ملک نے ہالینڈ
کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا۔ اور قانونی طور پر یہ جائز سمجھا گیا کہ اعلان
جنگ کے ایک منٹ بعد بھی غنیم پر حملہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جرمنی نے دوسری
جنگ (۱۹۳۹ء ۔۔۔ ۱۹۴۵ء) میں یہی طریقہ اختیار کیے رکھا۔

فسخ معاہدہ :-

ارشاد باری ہے :

۲۱۱۔ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ (الانفال :

ترجمہ : اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت (بد عہدی) کا خوف ہو تو ان کا
معاہدہ برابری کو ملحوظ رکھ کر ان کی طرف پھینک دو۔

برابری کو ملحوظ رکھ کر معاہدہ کو پھینک دینے کا مطلب مفسرین
نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کو صاف طور پر مطلع کر دیا جائے کہ تمہارے معاندانہ
افعال ایسے ہیں جن کی بنا پر ہمارا تمہارا معاہدہ باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد
دیکھا جائے کہ وہ اپنے افعال سے باز آتے ہیں یا نہیں۔ اگر پھر بھی وہ باز
نہ آئیں تو ان کے خلاف جنگ چھیڑ دی جائے۔ فقہائے مجتہدین نے صرف
اطلاع دینے کو بھی کافی نہیں سمجھا ہے بلکہ اس نقض عہد کرنے والی قوم کو

ایک سال تک مہلت دینے کی بھی سفارش کی ہے۔ تاکہ اگر وہ اپنے معاندانہ رویہ کی اصلاح کرنا چاہے تو کر لے۔ بہر حال جب کوئی قوم شرائط معاہدہ کی خلاف ورزی کرے تو اس کے متعلق اسلامی قانون یہ ہے کہ اس کو باضابطہ الٹی میٹم دیا جائے اور ایفائے عہد کے لیے کافی مہلت دینے کے بعد جنگ چھیڑی جائے۔

۲۱۲۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ : مَنْ کَانَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ قَوْمٍ عَہْدٌ فَلَا یَحُلَّنَّ عَقْدَہٗ حَتّٰی یَنْقَضِیَ اَمَدُھَا اَوْ یَنْبِذَ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَآءٍ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

ترجمہ : عمرو بن عنبسہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ : جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو وہ اس وقت تک معاہدے کا بند نہ کھولے جب تک اُس کی مدت نہ پوری ہو جائے ، یا وہ برابر کا لحاظ کر کے اُس قوم کی طرف پھینک دے۔

غیر مقاتلین کو قتل کرنے کی ممانعت :

۲۱۳۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ ، اِنْطَلِقُوْا بِاسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ ، وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا تَقْتُلُوْا شَیْخًا فَانِیًا ، وَلَا طِفْلًا صَغِیْرًا ، وَلَا امْرَاَۃً ، وَلَا تَغُلُّوْا ، وَ ضُمُّوْا غَنَائِمَکُمْ وَ اَصْلِحُوْا وَ اَحْسِنُوْا ،

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو روانہ کرتے وقت وصیت فرمائی : چل پڑو، اللہ کا نام لے کر اللہ کی بخشی ہوئی مدد سے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر قائم رہتے ہوئے۔ کسی بوڑھے ضعیف کو قتل نہ کرو، نہ چھوٹے بچے اور عورت کو۔ اموال غنیمت میں چوری نہ کرو، جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے سب ایک جگہ جمع کرو، اصلاح کی روش اختیار کرو، احسان کرو، کیونکہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔

۲۱۴۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : وُجِدَتْ امْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةٌ فِيْ بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ ۔ (مسلم، بخاری، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے : ایک مرتبہ میدان جنگ میں ایک عورت کی لاش پڑی ہوئی دیکھی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

۲۱۵۔ قَالَ عَطِيَّةُ الْقُرَظِيُّ عُرِضْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَكَانَ مَنْ أَنْبَتَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ خُلِّيَ سَبِيْلُهُ فَكُنْتُ مِمَّنْ لَمْ يُنْبِتْ فَخُلِّيَ سَبِيْلِيْ ۔ (ترمذی، نسائی)

ترجمہ: عطیہ قرظی کہتے ہیں، قریظہ کی جنگ میں ہم سب قیدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیے گئے۔ چنانچہ جس کے ڈاڑھی اگی ہوئی تھی اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے ابھی ڈاڑھی کے بال نہیں آئے تھے اُسے چھوڑ دیا گیا۔ میری ڈاڑھی ابھی نہیں آئی تھی۔ چنانچہ مجھے بھی رہا کر دیا گیا۔

۲۱۶۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ، اُقْتُلُوْا شُیُوْخَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاسْتَحْیُوْا شَرْخَہُمْ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: سمرة بن جندب سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کے بڑوں کو قتل کر دو مگر چھوکروں کو زندہ رہنے دو۔

۲۱۷۔ عَنْ اَیُّوْبَ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا مِنَّا یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْہِ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ سَرِیَّۃً کُنْتُ فِیْہَا، فَنَہَانَا اَنْ نَقْتُلَ الْعُسَفَاءَ وَ الْوُصَفَاءَ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ایوب بیان کرتے ہیں: ہمارے ایک بزرگ نے اپنے باپ سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی مہم بھیجی جس میں میں بھی شامل تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے بھیجتے وقت ہمیں اجیروں اور لونڈی غلاموں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

اجیروں سے مراد کھیتی باڑی کرنے والے مزارعین، حکومت کے

سول ملازمین، کارخانوں میں کام کرنے والے مزدور اور وہ تمام لوگ جو پیٹ کا دھندا کرنے کے لیے دوسروں کے دست نگر ہوتے ہیں، اور پسماندہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسلامی قانون نے ان سب کو غیر مقاتلین کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

۲۱۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ جُيُوْشَهُ قَالَ: اُخْرُجُوْا بِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ، لَا تَغْدِرُوْا، وَلَا تَغُلُّوْا، وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ، وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فوجوں کو جنگ کے لیے روانہ کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے: اللہ کا نام لے کر نکل پڑو، تم اللہ کی راہ میں منکرینِ خدا سے لڑائی کروگے، بدعہدی نہ کرو، غنیمت کے مال میں خیانت نہ کرو، مثلہ (لاشوں کی قطع و برید) نہ کرو، بچوں کو نہ قتل کرو اور نہ معابد کے خادموں اور خانقاہ نشینوں کو۔

۲۱۹۔ اَوْصٰى اَبُوْبَكْرٍ يَزِيْدَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ حِيْنَ وَجَّهَهٗ اِلَى الشَّامِ: وَلَا تُقَاتِلْ مَجْرُوْحًا فَاِنَّ بَعْضَهٗ لَيْسَ مِنْهُ۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یزید بن ابی سفیان کو جب

شام کی مہم پر روانہ کیا تو انھیں وصیت کی: زخمی سے نہ لڑو، اس لیے اُس کے جسم کے بعض زخمی حصے اب اُس کے لیے کارآمد نہیں رہے۔

اوپر کی احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جنگ کے دوران عورتوں، بچوں، بوڑھوں، زخمیوں، معبدوں کے مجاوروں، خانقاہ نشینوں، اجیروں اور خدمتگاروں (عسفاء) اور لونڈی غلاموں (وصفاء) کو قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ فقہائے اسلام نے انہی لوگوں پر قیاس کرتے ہوئے ان تمام لوگوں کے قتل کو ممنوع قرار دیا ہے۔ جو اہل قتال (NON-COMBATANTS) کے حکم میں شامل ہیں۔ مثلاً مجنون، اندھے، مقطوع الاعضاء اور دوسرے بے ضرر لوگ۔ بشرطیکہ یہ عملاً جنگ میں حصہ نہ لے رہے ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی شخص اعمال جنگ میں کسی نہ کسی حیثیت سے شریک ہو رہا ہو، تو اس کا قتل جائز ہوگا۔ امام مالک اور امام اوزاعی بچوں اور عورتوں کے قتل کو کسی حالت میں بھی جائز قرار نہیں دیتے۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر عورت قتال کر رہی ہو تو اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔

ابوداؤد نے عکرمہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں ایک عورت کی لاش دیکھی اور فرمایا "اسے کس نے قتل کیا ہے؟" ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ میں نے اسے بطور غنیمت پکڑ لیا اور اپنی سواری پر بٹھا کر لے آیا۔ لیکن اس نے جب مسلمانوں کے لشکر کو شکست کھاتے دیکھا تو میری تلوار کے قبضہ کو جھپٹ لیا اور مجھے قتل کرنے لگی۔ لیکن قبل اس کے کہ مجھ پر اس کا وار ہوتا میں نے اُسے قتل

کر ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے اور آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

ابن بطال کہتے ہیں کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں اور بچوں کو بالقصد قتل کرنا ممنوع ہے۔ حدیث میں بوڑھے کے قتل کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن صمہ کے قتل پر نکیر نہیں فرمائی تھی۔ اس شخص کی عمر سو سال سے زائد تھی اور جنگ حنین میں اپنی تدبیر و رائے سے کفار کی مدد کر رہا تھا۔ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عامر کو ایک دستہ دے کر بھیجا۔ راستے میں ان کی مڈبھیڑ درید بن صمہ سے ہو گئی اور اسے قتل کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

بہرحال اسلامی قانون یہ ہے کہ جو شخص اہل قتال میں سے نہیں، اس کا قتل جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ بالفعل لڑائی میں شریک ہو یا اپنی رائے و تدبیر سے لڑائی کو بھڑکا رہا ہو۔

غفلت میں حملہ کرنے سے احتراز:

۲۲۰۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی خَیْبَرَ فَجَآءَ ھَا لَیْلًا وَکَانَ اِذَا جَآءَ قَوْمًا بِلَیْلٍ لَا یُغِیْرُ عَلَیْھِمْ حَتّٰی یُصْبِحَ۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

خیبر پر چڑھائی کے لیے روانہ ہوئے۔ آپؐ رات کے وقت وہاں پہنچے۔ اور آپؐ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی دشمن قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے:

كَانَ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتَّى يُصْبِحَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ بَعْدَ الصُّبْحِ۔

ترجمہ: جب کسی دشمن قوم پر چڑھائی کرتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے۔ اگر وہاں سے اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ سے رک جاتے ورنہ صبح ہو جانے کے بعد حملہ کر دیتے۔

۲۲۱۔ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ إِلَيْهِ قَالَ أَغِرْ عَلَى أُبْنَى صَبَاحًا وَحَرِّقْ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تاکید فرمائی تھی کہ میں اُبنی پر صبح کے وقت حملہ بولوں اور اسے نذر آتش کر دوں۔

ابو مسہر سے دریافت کیا گیا کہ اُبنی کون سی جگہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ فلسطین میں یُبنی کے نام سے جو مقام ہے اس کو اُبنی بھی کہتے ہیں۔ ابن قدامہ نے المغنی میں نقل کیا ہے کہ یہ کرک کے علاقے کی ایک بستی کا نام ہے۔

۲۲۲- عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّهُ صَحِبَ قَوْمًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَوَجَدَ مِنْهُمْ غَفْلَةً فَقَتَلَهُمْ وَاَخَذَ اَمْوَالَهُمْ، فَجَاءَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَبَى اَنْ يَقْبَلَهَا۔ (مسند احمد)

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مشرکین کے ایک گروہ کے ساتھ ہم سفر تھے۔ انہوں نے مشرکین کو غافل پاکر ان کو قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ لیکن حضورؐ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ان احادیث کی رُو سے دشمن پر غفلت میں حملہ کرنا ناجائز ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام قاعدہ یہ تھا کہ آپؐ صبح کے وقت حملہ کرتے تھے۔ اسی بات کی تاکید آپؐ نے حضرت اسامہ بن زید کو ایک جنگی مہم کی ذمہ داری سپرد کرتے وقت فرمائی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے مشرکین کے ایک گروہ پر غفلت میں حملہ کیا اور ان کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ لیکن آنحضورؐ نے اس مال کے قبول فرمانے سے انکار کر دیا۔

مصلحت کے تحت شبخون مارنے کی اجازت:

لیکن اگر دشمن کے ساتھ جنگ ہو رہی ہو اور دشمن کو اس جنگ کی اطلاع دی جا چکی ہو تو ایسی صورت میں رات کو بھی حملہ کیا جا سکتا ہے۔ اطلاع اور دعوت کے بعد یکبارگی حملے کو علماء نے مندرجہ ذیل احادیث اور واقعات کی بنا پر جائز ٹھیرایا ہے۔

۲۲۳- عَنْ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ اِلٰى نَافِعٍ اَسْأَلُهُ عَنِ الدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ فَكَتَبَ اِلَيَّ اِنَّمَا كَانَ ذَالِكَ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ - قَدْ اَغَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَ هُمْ غَارُّوْنَ وَ اَنْعَامُهُمْ تُسْقٰى عَلَى الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَ سَبٰى سَبْيَهُمْ وَ اَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ - (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

ترجمہ: ابن عون بیان کرتے ہیں میں نے حضرت نافع سے ایک خط کے ذریعہ دریافت کیا کہ قتال سے قبل دعوت پیش کرنے کا کیا حکم ہے؟ نافع نے مجھ کو لکھا کہ یہ طریقہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا۔ اس کے بعد خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر اس حال میں حملہ کر دیا تھا کہ وہ غفلت میں تھے اور ان کے مویشی چشمے پر پانی پی رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس غزوہ میں ان کے جنگجوؤں کو قتل کیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ اسی غزوہ میں جویریہ بنت حارث آپ کو ملی تھیں۔

۲۲۴- عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ: بَيَّتْنَا هَوَازِنَ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ ، وَكَانَ اَمَّرَهُ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ - (احمد)

ترجمہ: سلمہ بن اکوع بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت ابوبکر صدیق کی معیت میں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا امیر مقرر فرمایا تھا، ہوازن پر شبخون مارا تھا۔

۲۲۵۔ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سُئِلَ عَنْ اَهْلِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَ ذَرَارِيِّهِمْ، فَقَالَ هُمْ مِنْهُمْ۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) وَ زَادَ اَبُوْدَاوٗدَ قَالَ الزُّهْرِيُّ، ثُمَّ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ۔

ترجمہ: صعب بن جثامہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اگر مشرکین کے ٹھکانوں پر رات کو ناگہانی حملہ کیا جائے اور مشرکین کی عورتیں اور بچے حملے کی لپیٹ میں آجائیں تو کیا کیا جائے! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کی عورتیں اور بچے بھی مشرکین میں سے ہیں ـــــ ابوداؤد نے امام زہری کا یہ قول بھی بیان کیا ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا تھا۔

واضح رہے کہ صعب بن جثامہ کی روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائل کے جواب میں یہ جو فرمایا ہے کہ شب خون میں اگر مشرکین کے عورتیں اور بچے بھی مارے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بھی تو مشرکین ہی میں سے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ حملے کے دوران عورتوں اور بچوں کا قصداً قتل کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ بحث صرف اس پہلو سے ہے کہ بلا قصد و ارادہ اگر عورتیں اور بچے

مارے جائیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔ تمام محدثین و فقہاء عورتوں اور بچوں کے بالقصد قتل کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ بلکہ علماء کی ایک جماعت نے اسی قباحت کی بنا پر شبخون مارنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (نیل الاوطار)

مسند احمد میں اسود بن سریع سے مروی ہے کہ غزوہ حنین میں ظہر تک دشمن سے مقابلہ ہوتا رہا تھا اور اس میں مسلمان لشکر کے ہاتھوں بچے تک قتل ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قتل میں اس قدر حد سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ بچوں تک کو نہیں چھوڑتے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ بچے بھی تو مشرکین کی اولاد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "کیا تمہارے بہترین لوگ مشرکین کے بیٹے نہیں ہیں؟" اس کے بعد حکم عام جاری کیا: اَلَا لَا تَقْتُلُوْا ذُرِّيَّةً ، اَلَا لَا تَقْتُلُوْا ذُرِّيَّةً ، كُلُّ نَسَمَةٍ تُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعْرِبَ عَنْهَا لِسَانُهَا فَاَبَوَاهَا يُهَوِّدَانِهَا اَوْ يُنَصِّرَانِهَا (بچوں کو قتل نہ کرو بچوں کو قتل نہ کرو، ہر متنفس فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور جب تک اس کی زبان نہیں کھلتی وہ فطرت پر ہی رہتا ہے۔ اس کے بعد اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔

ابن عون کی روایت میں حضرت نافع نے یہ بتایا ہے کہ آغاز اسلام میں غنیم کو قبل قتال دعوت دی جاتی تھی، لیکن بعد میں جب مسلمانوں اور مشرکین و یہود کے مابین مستقل جنگی حالات پیدا ہو گئے تھے، متعدد مرتبہ

بڑے پیمانے پر بھی اور چھوٹے پیمانے پر بھی جنگیں برپا ہو چکی تھیں، اور فریقین ہر وقت ایک دوسرے کے مقابلے کے لیے تیار رہتے تھے - اس وقت دعوتِ قبل قتال کی حجت قائم کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی تھی - اس کی مثال بنی مُصطلق پر آنحضورؐ کا ناگہانی حملہ ہے -

شعبان ۵ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی المُصطلق مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے اور دوسرے قبائل کو بھی جمع کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے - یہ اطلاع پاتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر لے کر ان کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ فتنے کا سر اُٹھانے سے پہلے ہی اُسے کچل دیا جائے - مُرَیْسِیع کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک دشمن کو جا لیا اور تھوڑی سی زد و خورد کے بعد پورے قبیلے کو مال و اسباب سمیت گرفتار کر لیا - شب خون مارنے کے جتنے واقعات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوئے ہیں وہ زیادہ تر دفاعی تدبیر کے طور پر اختیار کیے گئے ہیں -

آگ میں جلانے کی ممانعت :

۲۲۶- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ، بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ بَعْثٍ فَقَالَ ، اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَّ فُلَانًا (رَجُلَیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ) فَاَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ، فَلَمَّا اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ قَالَ ، کُنْتُ اَمَرْتُکُمْ اَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وَ فُلَانًا ، وَ اِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی

فَإِنْ وَجَدْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا - (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ بھیجا، اور فرمایا: اگر تمہیں فلاں اور فلاں (قریش کے دو آدمی) ملیں تو ان کو آگ میں جلا دینا۔ جب ہم روانہ ہونے لگے تو آپ نے بلا کر فرمایا: میں نے تمہیں فلاں اور فلاں کو جلانے کا حکم دیا تھا۔ مگر آگ کا عذاب تو اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا، اگر تم ان دونوں آدمیوں کو پاؤ تو انہیں قتل کر دینا۔

اس لشکر کے امیر حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی تھے۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ جن دو آدمیوں کی طرف حضورؐ نے اشارہ فرمایا ہے ان میں سے ایک ھبّار بن اسود تھا اور دوسرا نافع بن عبد عمرو۔ یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی ایذا رسانی کرتے رہے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر رہی تھیں تو ھبّار بن اسود نے ان کے کجاوے پر نیزے سے حملہ کیا تھا اور ان کو شدید زخمی کر دیا تھا۔ اور بالآخر انہی زخموں کی وجہ سے وہ کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ میں وفات پا گئی تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر ھبّار بن اسود مسلمان ہو گیا تھا مگر نافع کے انجام کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔

لاشوں کی قطع و برید کی ممانعت:

۲۲۷- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

قَالَ ، نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ النُّهْبَى وَ الْمُثْلَةِ - (بخاری)

ترجمہ : عبداللہ بن یزید انصاری سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اور لاشوں کی قطع و برید کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۲۸- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَ يَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ - (ابوداؤد ، نسائی)

ترجمہ : عمران بن حصین سے مروی ہے : نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمیں صدقہ دینے پر ابھارا کرتے تھے اور لاشوں کی قطع و برید سے منع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی فوج روانہ فرماتے تو فوج کے امیر کو وصیت فرماتے : اُغْزُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا۔ (مسلم ، ابوداؤد ، ترمذی) - جہاد کرو لیکن خیانت اور بدعہدی سے اجتناب کرو ، کسی کا مثلہ نہ کرو اور نومولود کو قتل نہ کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ابوسفیان کی بیوی ھندہ نے مثلہ کروایا تھا اور کلیجہ چبایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بڑا شدید صدمہ ہوا ، اور آپ نے انتقام میں فرمایا کہ مجھے

اگر قدرت ہوئی تو میں بھی مثلہ کرنے والوں کا مثلہ کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۝ (النحل: ۱۲۶) اگر تم بدلہ لو تو بس اس قدر لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو، لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے۔

یہ آیت نازل ہونے کے بعد آپؐ نے فرمایا: بَلْ نَصْبِرُ (ہم صبر ہی کریں گے)۔

آگ میں جلا کر یا مثلہ کر کے لاشوں کی بے حرمتی کی شریعت میں ممانعت ہے۔ بلکہ علامہ ابویعلیٰ نے الاحکام السلطانیہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ اسلامی لشکر کے امیر کی ذمہ داری ہے کہ وہ کفار کی لاشوں کو زمین پر پڑا رہنے کے بجائے انہیں گڑھوں میں دفن کرا دے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں کفار کے مقتولین کو گڑھوں میں دفن کروا دیا تھا۔

قتل میں احتیاط:

۲۲۹- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَعَفُّ النَّاسِ قِتْلَةً اَهْلُ الْاِيْمَانِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اہل ایمان قتل کرتے ہیں تمام انسانوں سے زیادہ محتاط ہوتے ہیں۔

۲۳۰۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ : حضرت ابوھریرہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم میں جب کوئی شخص لڑائی کر رہا ہو تو حریف کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

وحشیانہ طریقے سے قتل کرنا، مثلاً بھیانک طریقے سے پیٹ چاک کرنا یا یکبارگی مارنے کے بجائے تڑپا تڑپا کر مارنا اسلام کے مزاج کے منافی ہے۔ مومن کو یہ ہدایت ہے کہ وہ اگر دشمن کو قتل بھی کرے تو اس میں بھی رحمت و رأفت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ مقصد انسانی جانوں کا تلف نہیں ہے بلکہ کفر و باطل کی قوت کو کچلنا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث میں رحیمانہ اور مشفقانہ قتل کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو بھی ایسے آلات سے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے جو تیز دھار کے ہوں اور جن سے کم سے کم وقت میں جان ختم ہو جائے۔

باندھ کر مارنے کی ممانعت :

۲۳۱۔ عَنْ اَبِیْ يَعْلٰى قَالَ : غَزَوْنَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ فَأُتِيَ بِأَرْبَعَةِ أَعْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُتِلُوْا صَبْرًا بِالنَّبْلِ ، فَبَلَغَ ذَالِكَ أَبَا أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا فَبَلَغَ ذَالِكَ عَبْدَالرَّحْمٰنِ فَأَعْتَقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ - (ابوداؤد)

ترجمہ : ابو یعلیٰ بیان کرتے ہیں : ہم عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کے ساتھ جنگ پر گئے تھے - ایک موقع پر ان کے پاس لشکرِ اعداء میں سے چار گبر پکڑے ہوئے آئے اور انھوں نے حکم دیا کہ انہیں باندھ کر قتل کیا جائے - اس کی اطلاع جب حضرت ابوایوبؓ انصاری کو ہوئی تو انھوں نے کہا : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ نے قتل صبر (باندھ کر مارنے سے) منع فرمایا - خدا کی قسم اگر مرغی بھی ہوتی تو میں اس کو اس طرح باندھ کر نہ مارتا - اس کی خبر جب عبدالرحمٰن بن خالد کو پہنچی تو انھوں نے چار غلام آزاد کر دیے - (یعنی اپنی غلطی کا کفارہ ادا کیا) -

۲۳۲- لَا يُجْهَزَنَّ عَلٰى جَرِيْحٍ ، وَلَا يُتْبَعَنَّ مُدْبِرٌ وَلَا يُقْتَلَنَّ أَسِيْرٌ وَ مَنْ أَغْلَقَ بَابَهٗ فَهُوَ آمِنٌ - (فتوح البلدان للبلاذری ص ۴۷) -

ترجمہ : کسی مجروح پر حملہ نہ کیا جائے ، کسی بھاگنے والے کا

پیچھا نہ کیا جائے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امان میں ہے۔

یہ اُس اعلان کے الفاظ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر شہر میں داخل ہوتے وقت فرمایا تھا۔ اس میں آپؐ منجملہ دوسری ہدایات کے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔ اسلامی فوج کا فرض ہے کہ جو لوگ دورانِ جنگ گرفتار ہو جائیں انہیں از خود فوج کے لوگ موت کے گھاٹ اتارنے کے بجائے اسٹیٹ کے حوالے کر دیں۔ اب یہ اسٹیٹ کی ذمہ داری ہے کہ وہ جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہے۔ خواہ وہ انہیں بطورِ احسان رہا کر دے، خواہ فدیہ اور تبادلہ کا طریقہ اختیار کرے۔

سفیر کو قتل کرنے کی ممانعت :

۲۳۳۔ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُوْدِ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِرَسُوْلَيْ مُسَيْلِمَةَ حِيْنَ قَرَأَ كِتَابَهٗ مَا تَقُوْلَانِ قَالَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ، قَالَ، اَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَكُمَا ۔ (ابوداؤد، احمد)

ترجمہ : نعیم بن مسعود اشجعی کہتے ہیں : جب مسیلمہ کذاب کے دو قاصد اُس کا گستاخانہ پیغام لے کر حاضر ہوئے تو میں نے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا : تم دونوں مسیلمہ کذاب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ بولے، ہم بھی وہی کہتے ہیں جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے

(یعنی اُس کذاب کو نبی مانتے ہیں) تو آپؐ نے فرمایا: اگر قاصدوں کا قتل ممنوع نہ ہوتا تو تمہاری گردن مار دیتا۔

یہ قاصد ابن النواحہ اور ابن اثال تھے۔ اس وقت تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی تعرض نہ فرمایا۔ لیکن بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ابن النواحہ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا تھا اور ابن اثال مسلمان ہو گیا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کیا اُس وقت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی آپؐ کے پاس موجود تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی گستاخی کے باوجود ان کو امان واپس بھیج دیا۔ اور اس کے بعد آپؐ کے اس عمل سے یہ طریقہ جاری ہو گیا کہ سفیر کو قتل نہ کیا جائے۔ دورانِ قتال بھی اگر سفیر فوجوں کے پاس آئے گا، تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اُسے امن کے ساتھ حاکم اسلام کی خدمت میں پہنچایا جائے گا۔

اسلام کا اقرار کرنے والے کے قتل کی ممانعت:

ارشاد باری ہے:

۲۴۴۔ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ

ترجمہ: اے ایمان والو، جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے

نکلو تو دوست اور دشمن میں) تمیز کرو، اور جو تمہیں "سلام" کہے اُسے فوراً نہ کہہ دو کہ تو مومن نہیں ہے۔

۲۳۵۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ سَرِيَّةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَشُوْا اَهْلَ مَاءٍ صبحا فَبَرَزَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْمَاءِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَ: اِنِّيْ مُسْلِمٌ فَقَتَلَهُ فَلَمَّا قَدِمُوْا اَخْبَرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَالِكَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ الْمُسْلِمِ يَقْتُلُ الرَّجُلَ وَهُوَ يَقُوْلُ: اِنِّيْ مُسْلِمٌ فَقَالَ اِنَّمَا قَالَهَا مُتَعَوِّذًا فَصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَهُ وَمَدَّ يَدَهُ الْيُمْنٰى (وَفِيْ لَفْظٍ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَفُ الْمَسَاءَةُ فِيْ وَجْهِهٖ) وَقَالَ اَبَى اللّٰهُ عَلٰى مَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: عقبہؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ایک دستے نے چشمہ صبحا کی آبادی کو گھیر لیا چشمہ کے رہنے والوں میں سے ایک آدمی باہر نکلا، تو اُس پر ایک مسلمان سپاہی نے حملہ کر دیا۔ وہ پکارا کہ میں مسلمان ہوں، مگر سپاہی نے اُسے قتل کر

ڈالا۔ جب یہ دستہ واپس مدینہ آیا تو لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصے کے عالم میں فوراً کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد آپؐ نے فرمایا: اما بعد کیا ہو گیا ہے کہ ایک مسلمان آدمی دوسرے شخص کو قتل کر دیتا ہے باوجود اس کے کہ وہ اعلان کرتا ہے: میں اسلام لا چکا ہوں۔ جس شخص نے قتل کیا تھا اُس نے بتایا کہ اُس نے یہ بات صرف پناہ حاصل کرنے کے لیے کہی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رُخ پھیرا اور اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا۔ (اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی جانب متوجہ ہوئے اور رنج کا اثر آپؐ کے چہرے سے نمایاں تھا) اور آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا: جو مسلمان کو قتل کرتا ہے اللہ اُس کی مغفرت نہیں کرے گا۔

اگر دشمن پر حملہ کے دوران دشمن فوج کا کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں یا وہ "لا الٰہ الا اللہ" پکارے تو اُسے محض اس شبہ میں نہ قتل کر دیا جائے کہ وہ بچنے کے لیے حیلہ کر رہا ہے۔ اتنی جلدی یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سچا ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ جھوٹا ہو۔ یہ بات تحقیق کے بعد معلوم ہو گی۔ ایک کافر کو چھوڑ دینے میں غلطی کرنا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ ایک مومن کے قتل کی غلطی کی جائے۔ اور اگر غلطی سے کوئی ایسا شخص مارا جائے اور یہ ثابت ہو جائے کہ وہ درحقیقت مسلمان تھا تو اس غلطی کے کفارہ کے طور پر قاتل کو ایک غلام آزاد کرنا ہو گا۔ ملاحظہ ہو سورہ نساء آیت ۹۲۔

۲۳۶- عَنْ عِصَامِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا أَوْ سَرِيَّةً يَقُوْلُ لَهُمْ : إِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا أَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوْا أَحَدًا - (ابوداؤد ترمذی)-

ترجمہ : عصام مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی بڑے لشکر کو یا چھوٹے دستے کو جنگی مہم پر روانہ فرماتے تو تلقین فرماتے کہ اگر کسی مسجد کو دیکھو یا مؤذن کی آواز سنو تو وہاں کسی کو قتل نہ کرو (کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ بستی مسلمانوں کی ہے)-

جو محارب خود بڑھ کر اسلام کا اعلان کر دے اُس پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ اسی طرح جس بستی سے اذان کی آواز آئے یا وہاں مسجد نظر آجائے اُس پر حملہ نہ کیا جائے۔ ہو سکتا ہے اس بستی کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہوں۔ البتہ اگر لشکرِ اسلام کی پختہ معلومات یہ ہوں کہ بستی کی مسجد مہجور اور بے آباد ہے اور اس بستی میں مسلمانوں کی آبادی نہیں ہے تب فوج حملہ کر سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو کسی بستی سے اذان کی آواز کا بلند ہونا یا مسجد کا پایا جانا اس بات کی صاف علامت تھا کہ یہاں کے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس لیے آپ نے ایسی بستی پر حملہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مالِ غنیمت میں خیانت کی شدید ممانعت :

ارشادِ باری ہے :

۲۳۷- وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(آل عمران : ۱۶۱)

ترجمہ : اور جو کوئی مال غنیمت میں خیانت کرے گا، وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا۔

۲۳۸- عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَذَكَرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ، صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوْهُ النَّاسِ لِذَالِكَ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهٗ فَوَجَدْنَاهُ قَدْ غَلَّ خَرَزًا مِّنْ خَرَزِ يَهُوْدٍ لَا يُسَاوِيْ دِرْهَمَيْنِ۔

(مالک، ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ : زید بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا ایک آدمی فوت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کی گئی۔ آپؐ نے فرمایا : تم خود ہی اپنے ساتھی کے جنازہ کی نماز پڑھ لو۔ یہ بات سن کر لوگوں کے چہرے کچھ متغیر ہو گئے (اس افسوس سے کہ آنجنابؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے معذرت کر دی ہے)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے تاثر کو دیکھ کر فرمایا : تمہارے ساتھی نے اللہ کے راستے میں نکل کر مال غنیمت میں چوری کی ہے ۔ چنانچہ ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہمیں ایک چرمی رسّی ملی جو اس نے یہود کے مال میں سے چرا لی تھی ۔ اور اس کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی ۔

۲۳۹ ۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ، لَا تَغُلُّوْا فَاِنَّ الْغُلُوْلَ نَارٌ وَ عَارٌ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ (رواہ احمد)

ترجمہ : عبادہؓ بن صامت سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مال غنیمت میں غلول نہ کرو ، کیونکہ غلول دنیا کے اندر بھی اور آخرت میں بھی مرتکبین کے لیے باعث عذاب اور موجب شرمندگی ہوگی ۔

۲۴۰ ۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَرَّقُوْا مَتَاعَ الْغَالِّ وَضَرَبُوْهُ وَ مَنَعُوْهُ سَهْمَهٗ ۔ (ابوداود)

ترجمہ : عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ تھا کہ وہ خیانت کرنے والے کا مال و متاع جلا دیتے تھے ۔

اور اُسے زدوکوب کرتے تھے اور غنیمت میں اُس کا حصہ مقرر کرنے سے منع فرما دیتے تھے۔

لوٹ مار کی ممانعت :

۲۴۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَنِ النُّھْبٰی وَالْمُثْلَۃِ۔ (بخاری)

ترجمہ : عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لُوٹ مار اور مُثلہ سے منع فرمایا ہے۔

۲۴۲۔ عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ، خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَصَابَ النَّاسَ حَاجَۃٌ شَدِیْدَۃٌ وَجَھْدٌ فَاَصَابُوْا غَنَمًا فَانْتَھَبُوْھَا فَاِنَّ قُدُوْرَنَا لَتَغْلِیْ اِذْ جَاءَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَمْشِیْ فَاَکْفَاَ الْقُدُوْرَ بِقَوْسِہٖ ثُمَّ جَعَلَ یُرَمِّلُ اللَّحْمَ بِالتُّرَابِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ النُّھْبَۃَ لَیْسَتْ بِاَحَلَّ مِنَ الْمَیْتَۃِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ : عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ ایک انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ اس سفر میں لوگ سخت تکلیف اور خوراک کی قلت

سے دوچار ہو گئے ۔ راستے میں کچھ بکریاں مل گئیں ، لوگوں نے انہیں لوٹ لیا اور ذبح کر لیا ۔ ہماری ھنڈیاں پک رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ۔ آپ نے اپنی کمان سے ھنڈیاں الٹ دیں اور گوشت کو مٹی سے آلودہ کر دیا اور فرمایا : لوٹ کا مال مردار سے بہتر نہیں ہے ۔

۲۴۳۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ کَتَمَ غَالًّا فَهُوَ مِثْلُهٗ ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ : سمرہؓ بن جندب سے مروی ہے : آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص مال غنیمت میں خیانت کرنے والے پہ پردہ ڈالتا ہے وہ بھی ویسا ہی ہے ۔ (یعنی اس جرم میں دونوں برابر ہیں) ۔

غلول سے مراد ہے غنیمت کے مال میں خیانت کی جائے اور نُھبہ سے عام لوٹ مار مراد ہے جو مفتوحہ علاقے میں کی جائے ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قسموں کی لوٹ مار کو ممنوع فرمایا ہے غنیمت کے مال کے بارے میں حکم یہ ہے کہ دشمن سے جتنا کچھ مال ہاتھ آئے اُسے حاکم اسلام کے سپرد کر دیا جائے وہ خود اسے شریعت کے قواعد کے مطابق صرف میں لائے گا اور تاخت و تاراج کرنے کی مطلقاً ممانعت ہے ۔ اس بارے میں شریعت کے تحت احکام مذکورہ احادیث سے واضح ہیں ۔

عام تباہ کاری اور فساد کی ممانعت :

ارشاد باری ہے :

۲۴۴۔ وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔ (البقرۃ : ۲۰۵)

ترجمہ : جب اُسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے، مگر اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

۲۴۵۔ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

(القصص : ۸۳)

ترجمہ : آخرت کا گھر ہم اُن لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔ اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لیے ہے۔

۲۴۶۔ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَتَلَ صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا اَوْ اَحْرَقَ نَخْلًا اَوْ قَطَعَ شَجَرَةً مُثْمِرَةً اَوْ ذَبَحَ شَاةً لِاِهَابِهَا لَمْ یَرْجِعْ کَفَافًا۔ (مسند احمد)

ترجمہ : حضرت ثوبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی چھوٹے بچے کو یا ضعیف العمر کو قتل کرے گا یا کھجوروں کے درخت جلائے گا یا پھل دار درختوں کو کاٹے گا یا بکری کو محض اُس کی کھال حاصل کرنے کے لیے ذبح کرے گا تو وہ جہاد سے کچھ ثواب لے کر نہ لوٹے گا۔ (بلکہ اُلٹا گناہ کا مرتکب ہوگا)۔

۲۷۴۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ اَبَابَكْرٍ بَعَثَ جُيُوْشًا اِلَى الشَّامِ، فَخَرَجَ يَمْشِيْ مَعَ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ فَقَالَ: اِنِّيْ مُوْصِيْكَ بِعَشْرِ خِلَالٍ: لَا تَقْتُلِ امْرَاَةً، وَلَا صَبِيًّا، وَلَا كَبِيْرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعْ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تُخَرِّبْ عَامِرًا، وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً، وَلَا بَعِيْرًا اِلَّا لِمَاْكَلِهٖ، وَلَا تَعْقِرَنَّ نَخْلًا وَلَا تُحَرِّقْهُ، وَلَا تَغْلُلْ وَلَا تَجْبُنْ۔ (موطا امام مالک)

ترجمہ: یحیٰی بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے شام کی طرف فوجیں روانہ کیں اور آپ یزید بن ابی سفیان کے ساتھ کچھ دور پیدل چلے، جو کہ ایک فوج کے چوتھے حصے کے امیر تھے۔ اور آپ نے ان کو دس ہدایتیں فرمائیں: عورت، بچے، بوڑھے کو قتل نہ کرو، پھل دار درخت کو نہ کاٹو، آبادیوں کو ویران نہ کرو، بکری یا اونٹ کو خوراک کی ضرورت کے ماسوا نہ ہلاک کرو، نخلستانوں کو تباہ و برباد اور نذرِ آتش نہ کرو، اموالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو، اور جنگ میں پیٹھ نہ پھیرو۔

تخریب کی مشروط اجازت :

لیکن مصلحت و ضرورت کے تحت کسی حد تک تخریبی کارروائی کی جا سکتی ہے ۔ مثلاً دشمن قلعہ کے اندر محصور ہو اور قلعہ کو منہدم کیے بغیر چارہ نہ ہو۔ یا دشمن کے اسلحہ کے ذخائر کو اڑانے کے لیے اسلحہ کی عمارات جلانے یا مسمار کرنے کی ضرورت درپیش ہو ، یا اسلحہ ساز فیکٹریوں کو بھسم کرنا مقصود ہو ، یا کھیتوں اور باغوں سے فوجی نقل و حرکت کے لیے راستے بنانا مقصود ہو ، یا دشمن کی طاقت کو کچلنے اور اسے سرنگوں کرنے کے لیے اس کی عزیز ترین متاع کو نقصان پہنچانے کی تدبیر پیش نظر ہو ، الغرض اس نوعیت کی خالص جنگی تدابیر اور مصلحتوں کے تحت محدود پیمانے پر تخریبی کارروائی کی جا سکتی ہے ۔ ذیل کی احادیث سے اس امر کی مشروط اجازت ملتی ہے :

۲۴۸۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَطَعَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَ حَرَّقَ وَ فِيْ ذَالِكَ نَزَلَتْ ، مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ۔

(مسند احمد)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی کھجوریں کٹوائیں اور انہیں جلایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ، لینۃ (ایک قسم کی کھجور) کے درختوں میں سے

جو کچھ تم نے کاٹا اور جو کچھ چھوڑ دیا، سب اللہ ہی کے اذن سے تھا۔

۲۴۹۔ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ، قَالَ فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِيْنَ وَ مِائَةِ فَارِسٍ مِنْ اَحْمَسَ، وَ كَانُوْا اَصْحَابَ خَيْلٍ، وَ كَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا فِي الْيَمَنِ لِخَثْعَمَ وَ بَجِيْلَةَ فِيْهِ نُصُبٌ يُعْبَدُ يُقَالُ لَهَا كَعْبَةُ الْيَمَانِيَةِ قَالَ فَاَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَ كَسَرَهَا، ثُمَّ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ اَحْمَسَ يُكْنٰى اَبَا اَرْطَاةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُبَشِّرُهُ بِذٰلِكَ، فَلَمَّا اَتَاهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَ الَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْرَبُ، قَالَ فَبَرَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى خَيْلِ اَحْمَسَ وَ رِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: جریر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: کیا ذو الخلصہ سے تم مجھے راحت نہیں دے سکتے؟ جریر کہتے ہیں میں حضورؐ کا ارشاد سنتے ہی قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس سوار لے کر روانہ ہو گیا۔ ان سب کے پاس گھوڑے تھے ذو الخلصہ یمن کے اندر ایک بت خانہ تھا جس میں خثعم اور بجیلہ کے قبائل نے بت نصب کر رکھا تھا اور اس کی پوجا کی جاتی تھی۔ اور بت خانہ کو یمنی کعبہ کہا جاتا تھا۔

چنانچہ جریر نے ذوالخلصہ پر حملہ کیا اور اسے آگ لگادی اور بالکل مسمار کر دیا۔ اس کے بعد ابوارطاۃ نامی ایک احمسی سوار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی خوشخبری دینے کے لیے بھیجا۔ وہ شخص جب حضورؐ کے پاس حاضر ہوا تو عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں اس بت خانے کو خارش زدہ اونٹ کی طرح چھوڑ کر آیا ہوں (یعنی آگ سے جل کر راکھ ہو چکا ہے) چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر احمس کے گھوڑوں اور جوانمردوں کو پانچ مرتبہ برکت کی دعا دی۔

باب ۱۸

صلوٰۃ خوف

(عینِ حالتِ جنگ کی نماز)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

۲۵۰- وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝

ترجمہ : اور تم لوگ جب سفر کے لیے نکلو تو کوئی حرج نہیں اگر نماز میں قصر کر دو (خصوصاً) جب کہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔ کیونکہ وہ کھلم کھلا تمہاری دشمنی پر تلے ہوتے ہیں۔

۲۵۱- وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى

مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○

ترجمہ: اور (اے نبی) جب تم مسلمانوں کے درمیان ہو اور (بحالت جنگ ہیں) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہو تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لیے رہے - پھر جب وہ سجدہ کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آکر تمہارے ساتھ پڑھے اور وہ بھی اسلحہ لیے رہے - کیونکہ کفار اس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں - البتہ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو، یا بیمار ہو تو اسلحہ رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ، مگر پھر بھی چوکنے رہو یقین رکھو کہ اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے -

۲۵۲- فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (النساء: ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳)

ترجمہ: پھر جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو - اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو پوری نماز پڑھو - نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ

اہلِ ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔

قبیلہ بنی نجار کے کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم لوگ اکثر سفر کرتے رہتے ہیں اُس میں نماز کیسے پڑھا کریں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت کا وہ ٹکڑا نازل فرمایا جس میں نماز کے قصر کرنے کا حکم ہے۔ اس کے ایک سال بعد غزوۂ عسفان کے موقع پر صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہوا۔ امام ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی صلوٰۃ خوف غزوۂ عسفان میں پڑھی ہے۔ غزوہ عسفان، غزوۂ خندق (شوال ۵ ھ) کے بعد پیش آیا تھا۔ ترمذی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ عسفان میں تشریف لے گئے اور عین مقابلہ میں آپؐ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ نماز کے وقت تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی عقل پر پردہ ڈال دیا، لیکن جب آپؐ اور صحابہ کرامؓ نماز پڑھ چکے تو خالد بن ولید نے جو اُس وقت مشرکوں کے لشکر کے قائد تھے بڑے افسوس کے ساتھ اپنے لشکر والوں سے کہا کہ جس وقت سب مسلمان صف باندھ کر نماز میں مشغول تھے اُس وقت اُن کی پُشت سے حملہ کرنے کا بڑا موقع تھا۔ مگر اب دوسری نماز کا موقع بھی ملنے والا ہے۔ نماز ان لوگوں کو اپنی جان اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ظہر اور عصر کے مابین صلوٰۃ خوف کا حکم نازل فرمایا۔ متعدد روایات میں وارد ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع میں آپؐ نے صلوٰۃ خوف پڑھائی ہے۔ امام ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ یہ غزوہ جنگ احزاب

اور غزوہ عسفان کے بعد واقع ہوا ہے ۔ عام مؤرخین نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ خوف کا حکم جنگ احزاب سے پہلے نازل ہوا تھا اور غزوۂ ذات الرقاع بھی احزاب سے پہلے سنہ ھ میں ہوا ہے ۔ مگر پہلا بیان اصح ہے ۔

صلوٰۃ خوف کی ترکیب کا انحصار بڑی حد تک جنگی حالات پر ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالات میں مختلف طریقوں سے نماز پڑھائی ہے ۔ اور امام وقت مجاز ہے کہ ان طریقوں میں سے جس طریقہ کی اجازت جنگی صورتِ حال دے اسی کو اختیار کیا جائے :

ایک طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصّہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا حصّہ دشمن کے مقابلہ پر رہے ۔ پھر جب ایک رکعت پوری ہو جائے تو پہلا حصّہ سلام پھیر کر چلا جائے اور دوسرا حصّہ آکر دوسری رکعت امام کے ساتھ پوری کرے ۔ اس طرح امام کی دو رکعتیں ہوں گی اور فوج کی ایک ایک رکعت ۔ اس صورت کو ابن عباسؓ، جابرؓ بن عبداللہ اور مجاہدؒ نے روایت کیا ہے ۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر چلا جائے پھر دوسرا حصّہ آکر ایک رکعت امام کے پیچھے پڑھ لے پھر دونوں حصے باری باری سے آکر اپنی چھوٹی ہوئی ایک ایک رکعت بطور خود ادا کرلیں ۔ اس طرح دونوں حصّوں کی ایک ایک رکعت امام کے پیچھے ادا ہوگی اور ایک رکعت انفرادی طور پر ۔ حنفیہ نے اسی طریقہ کو

اختیار کیا ہے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے فوج کا ایک حصہ دو رکعتیں ادا کرے اور تشہد کے بعد سلام پھیر کر چلا جائے۔ پھر دوسرا حصہ تیسری رکعت میں آکر شریک ہو اور امام کے ساتھ سلام پھیرے۔ اس طرح امام کی چار اور فوج کی دو دو رکعتیں ہوں گی۔ یہ طریقہ حسن بصریؒ اور ابوبکرؓ سے مروی ہے۔

• چوتھا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور جب امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو مقتدی بطور خود ایک رکعت مع تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ پھر دوسرا حصہ آکر اس حال میں امام کے پیچھے کھڑا ہو کہ ابھی امام دوسری رکعت ہی میں ہو اور یہ لوگ بقیہ نماز امام کے ساتھ ادا کرنے کے بعد ایک رکعت خود اٹھ کر پڑھ لیں۔ اس صورت میں امام کو دوسری رکعت میں طویل قیام کرنا ہوگا۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اس کو ترجیح دی ہے۔

صلوٰۃ خوف کے یہ طریقے اس صورت کے لیے ہیں جب کہ دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو مگر عملاً معرکہ قتال گرم نہ ہو۔ رہی یہ صورت کہ عملاً جنگ ہو رہی ہو تو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک نماز مؤخر کر دی جائے گی۔ امام مالکؒ اور امام ثوریؒ کے نزدیک اگر رکوع و سجود ممکن نہ ہو تو اشاروں سے پڑھ لی جائے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نماز ہی کی حالت میں تھوڑی سی زد و خورد بھی کی جا سکتی ہے۔ بہرحال جنگی حالات

جس طرح بھی اجازت دیں نماز پڑھ لی جائے۔ جماعت کا موقع ہو تو جماعت سے، ورنہ فرداً فرداً ہی سہی۔ قبلہ رُخ نہ ہو سکتے ہوں تو جدھر بھی رُخ ہو۔ سواری پر بیٹھے ہوئے اور چلتے ہوئے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ کپڑوں کو خون لگا ہوا ہو تب بھی مضائقہ نہیں۔ ضرورت پڑنے پر نماز کی حالت میں چل بھی سکتے ہیں۔ ان سب آسانیوں کے باوجود اگر ایسی پُرخطر حالت ہو کہ کسی طرح نماز نہ پڑھی جا سکتی ہو تو مجبوراً مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے کہ آپؐ نے غزوۂ خندق کے موقع پر چار نمازیں نہیں پڑھیں اور پھر موقع پاکر علی الترتیب انھیں ادا کیا۔